ماہنامہ

خالد

ربوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ ربوہ

خالد

جلد ۱۵

شمارہ ۶

جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ ۔ تبوک ۱۳۴۸ھش

ستمبر ۱۹۶۹ء

مدیر اعلیٰ :- محمد اسلم شاد۔ منگلا

مدیران :- حیدر علی ظفر۔ منور احمد انیس

نائبین :- منصور احمد خان۔ عبدالکریم خالد

قیمت سالانہ چھ روپے ۔ قیمت فی پرچہ ۶۰ پیسے

(محمد شفیق قیصر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

ترتیب

اداریہ

مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی

قبلۂ اول مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی اور بے حرمتی ہر مسلمان کیلئے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ اسرائیل کی یہ دیدہ دلیری ملت اسلامیہ کے لئے انتہائی افسوسناک اور ناقابل برداشت ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان بیدار ہو جائیں اور یہود نامسعود کے اسلام کے خلاف خطرناک عزائم کا قلع قمع کر دیں اس وقت صرف مظاہروں اور جلوسوں اور ہڑتالوں سے کام نہیں بنے گا۔ بلکہ ضروری ہے کہ عالم اسلام متحد ہو کر اسرائیل کے خلاف منظم محاذ قائم کرے۔

اس وقت یہود کے اس قابل نفریں اقدام سے مسلمانوں کے دل مجروح اور جذبات مشتعل ہیں۔ اگر انکے سامنے بڑی سے بڑی قربانی بھی رکھی جائے تو وہ اس قربانی سے ہرگز دریغ نہیں کرینگے۔ بلکہ دیوانہ وار اس پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ اندریں حالات ہمارے ارباب اختیار کا فرض ہے کہ وہ قوم کے سامنے کوئی ایسی معین اور نتیجہ خیز صورت پیش کریں جس سے ملک کے عوام کے جذبات کی صحیح ترجمانی ہوسکے اور عملی طور پر بھی اپنی غیرت کا ثبوت دے سکیں یہ امر از حد ضروری ہے کیونکہ اگر وقت کی اس نزاکت سے فائدہ نہ اٹھایا گیا اور محض مظاہروں اور جلوسوں پر ہی اکتفا کر لیا گیا۔ تو ہمارے جذبات کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا :۔ آج سے ۲۱ سال پیشتر ۱۹۴۸ء میں جبکہ فلسطین میں اسرائیلی حکومت کی بنیاد رکھی جارہی تھی تو اس وقت امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے عوام کے سامنے ان الفاظ میں ایک تجویز رکھی تھی۔

"آج ریزولیوشنوں سے کام نہیں ہوسکتا آج قربانیوں سے کام ہوگا۔ اگر پاکستان کے مسلمان واقعہ میں کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اپنی حکومت کو توجہ دلائیں کہ ہماری جائدادوں کا کم سے کم ایک فیصدی حصہ اس وقت لیلے۔ ایک فیصدی حصہ سے بھی پاکستان کم سے کم ایک ارب روپیہ اس غرض کیلئے جمع کر سکتا ہے اور ایک ارب روپیہ سے اسلام کی موجودہ مشکلات کا بہت کچھ حل ہو سکتا ہے۔ پاکستان کی قربانی کو دیکھ کر باقی اسلامی ممالک بھی قربانی کرینگے اور یقیناً پانچ چھ ارب روپیہ جمع ہو سکیگا۔ جس سے فلسطین کیلئے باوجود یورپین ممالک کی مخالفت کے آلات جمع کئے جا سکتے ہیں۔" (الفضل ۲۱ مئی ۱۹۴۸ء)

اس تجویز پر اگر اس وقت عمل کیا جاتا تو آج حالات کچھ اور ہوتے لیکن مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے یہود کی سلطنت قائم ہوگئی۔ اب پھر وقت ہے ہمیں اسی قسم کی کوئی منظم صورت پیدا کرنی چاہیئے۔ تا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہو سکے۔

ہم احمدی نوجوان یقین دلاتے ہیں کہ قوم و ملت کی طرف سے جس قسم کی قربانی کا بھی ہم سے مطالبہ کیا جائیگا ہم انشاء اللہ العزیز بڑے جوش و خروش سے اس قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرینگے کیونکہ ہم ہمیشہ ایسی قربانیوں میں پیش پیش رہے ہیں۔

خدا کرے کہ مسلمان پھر بیدار ہوں اور وقت کی نزاکت کو سمجھیں اور متحد ہو جائیں۔ اور خدا تعالے کے آگے جھک جائیں کیونکہ جو اس حی و قیوم اور زندہ ہستی کے آگے جھکتا ہے وہ ہمیشہ کامیاب و کامران رہتا ہے۔ تا قبلۂ اول کی حرمت از سر نو قائم ہو جائے

[illegible]

قَالَ اللہ

معارف القرآن

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝

ترجمہ:۔ اور اس نے سب پرندوں کی حاضری لی اور پھر کہا مجھے کیا ہوا ہے۔ کہ میں ھدھد کو نہیں دیکھتا یا وہ (جان بوجھکر) غیر حاضر ہے میں اس کو یقیناً سخت سزا دونگا یا اسے قتل کر دونگا یا وہ میرے سامنے کوئی کھلی دلیل (اپنی غیر حاضری کی) پیش کرے گا۔

تفسیر:۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے سارے لشکر کا جائزہ لیا۔ اور امراء لشکر کو اپنے سامنے حاضری کا حکم دیا تو اس وقت علماء میں سے ایک سردار جس کا نام ہُدہُد تھا انہوں نے غائب پایا۔ اس نہایت ہی نازک موقعہ پر جبکہ آپ ایک ملک پر حملہ کرنے جا رہے تھے اپنے لشکر کے ایک سردار کو غائب دیکھکر حضرت سلیمان علیہ السلام کا غصہ بھڑک اٹھا اور ان کا ذہن اس طرف منتقل ہو گیا کہ مبادا اس میں کوئی سازش کام کر رہی ہو۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ کیا ہُدہُد پر میری نظر نہیں پڑی یا وہ کہیں بھاگ گیا ہے اب میں اسے یا تو شدید ترین سزا دونگا یا اسے قتل کر دونگا۔ اور یا پھر اسے میرے سامنے کوئی واضح ثبوت پیش کرنا پڑے گا کہ وہ کیوں غائب رہا۔

مفسرین خیال کرتے ہیں کہ سچ مچ کے پرندے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں شامل تھے اور لشکر کا ایک سردار ھدھد پرندہ تھا جس کو چھوٹے بچے بھی غلیلوں سے مار لیتے ہیں۔ اس زبردست لشکر کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام یمن کا ملک فتح کرنے کے لئے نکلے تھے۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ قصہ ھدھد کو سردار ثابت نہیں کرتا۔ بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نعوذ باللہ بیوقوف ثابت کرتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے نبی بیوقوف نہیں ہوا کرتے۔ یمن کا ملک فتح کرنے کے لئے کبوتر۔ فاختہ۔ چڑیاں۔ ھدھد۔ بٹیر اور تلیر لے کر نکلنا کسی عقلمند کا کام نہیں ہو سکتا ایسے لشکروں کو فتح کرنے کے لئے بادشاہ کی فوجوں کو نکلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسے لشکروں کے آنے کی خبر سُنکر تو سارے شہر کی گلیوں میں سے بچے اپنی غلیلیں لیکر نکل پڑیں گے اور سارے شہر کیلئے عید کا دن آجائے گا۔ اور خوب پرندوں کا گوشت کھایا جائیگا۔ آخر یہ جنگ ہوتے

لگی تھی۔ یا چڑیماروں کا مظاہرہ ہوا تھا۔ تفسیروں کے ان قصوں کو پڑھ کر خیال آتا ہے کہ تیمور جو کچھ کرتا تھا ٹھیک ہی کرتا تھا۔ کہ جو علماء جنگ کو حقیر کھیل سمجھتے تھے ان کو لشکر کے پیچھے ہی کھنا مناسب تھا۔ پھر لطف یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جن کے متعلق ابھی یہ کہا گیا ہے کہ وہ ایک چیونٹی کو بھی چلتے ہوئے اپنے پیروں کے نیچے نہیں کچلتے تھے۔ اب اتنے غصے میں آ گئے کہ ھُدھُد جیسے جانور کے متعلق جو ایک پدی کے برابر ہوتا ہے اور کوئی عقل نہیں رکھتا فرماتے ہیں کہ یا تو وہ کوئی زبردست دلیل لائے ورنہ میں اس کو ذبح کر ڈالونگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پرندوں سے وہ امید رکھنی جو بلند عقل کے مالک انسانوں سے رکھی جاتی ہے ایک نبی کا کام نہیں ہوسکتا۔ نہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایسا کرتے تھے۔ آخر قرآن ہمارے سامنے ہے۔ کیا قرآن سے یہی پتہ لگتا ہے کہ پرندے ایسی عقل کے مالک ہیں اگر ان سے کوئی قصور سرزد ہو تو آدمی تلوار لیکر کھڑا ہو جائے اور اسے کہے وجہ بیان کرو۔ ورنہ ابھی تمہارا سر کاٹ دونگا۔ یا کبھی تم نے دیکھا۔ کہ تمہارا کوئی ہمسایہ ھُدھُد کو پکڑ کر اسے سوٹیاں مار رہا ہو اور کہہ رہا ہو کہ میرے دانے تو کیوں کھا گیا تھا اور اگر تم کسی کو ایسا کرتے دیکھو تو کیا اسے پاگل نہیں قرار دو گے۔ پھر وہ لوگ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف یہ امر منسوب کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ھُدھُد کے متعلق یہ کہا وہ اپنے عمل سے یہی فتویٰ حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی لگاتے ہیں بلکہ حضرت سلیمانؑ تو بھانتک کہتے ہیں کہ میں اسے سخت ترین سزا دونگا۔ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ ورنہ وہ ایسی دلیل پیش کرے جو نہایت ہی واضح اور منطقی ہو۔ گویا وہ ھُدھُد سقراط بقراط اور افلاطون کی طرح دلائل بھی جانتا تھا اور حضرت سلیمان اس سے یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ اپنے دلائل پیش کرے گا . . . . اب سوال یہ ہوتا ہے کہ قرآن میں ھُدھُد نام کیوں رکھا گیا اور گو اس کا عقلی جواب میں قرآن کریم سے دے چکا ہوں۔ مگر اب بتاتا ہوں کہ ھُدھُد سے مراد کیا ہے۔ ھُدھُد کا پتہ لینے کے لئے ہم بنی اسرائیل کی کتابیں دیکھتے ہیں اور اس امر پر غور کرتے ہیں کہ کیا ان میں کسی ھُدھُد کا ذکر آتا ہے۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں یہودیوں میں کثرت سے ھُدَدْ نام ہوا کرتا تھا۔ جو عبرانی سے عربی میں بدل کر ھُدھُد ہو گیا۔ جیسے عبرانی میں ابراہام کہا جاتا ہے مگر جب یہ لفظ عربی میں آیا تو ابراہیم بن گیا۔ اسی طرح عبرانی میں یسوع کہا جاتا ہے اور عربی میں عیسیٰ کہتے ہیں اسی طرح عبرانی موشے کہا جاتا ہے اور عربی میں یہی نام موسیٰ ہو گیا۔ اب بھی کسی اہل عرب کو لکھنؤ کہنا پڑے تو وہ

لکھنؤ نہیں بلکہ لکھنا ہو کہے گا۔ اسی طرح عبرانی میں ھُدَدْ کہا جاتا تھا مگر چونکہ قرآن کریم عربی میں ہے، اسلئے جب وہ نام اس میں آیا تو ھُدھُد ہو گیا۔ ..... غرض مفسرین نے عجیب وغریب حکایات اپنی تفسیروں میں لکھدی ہیں حالانکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ قرآن کریم میں جو ہُد ہُد کہا گیا ہے یہ ھُدَدْ کا معرب ہے، اور اس سے مراد ادوسی خاندان کا کوئی شہزادہ ہے جو آپ کے فوجی سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ یہ ادوسی خاندان حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت میں بستا تھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاندان کا رقیب تھا اس قوم کے سردار کو جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ پایا تو سمجھا کہ یہ رقیب قبیلہ کا سردار ہے ممکن ہے کہ کسی شرارت کی نیت سے دشمن کے ملک میں چلا گیا ہو اس پر انکو غصہ آ گیا۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ہُدہُد عرب قبیلہ کا کوئی سردار ہو کیونکہ بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام بھی ھُدھُد تھا اور تاریخی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت تک اس رستہ میں جو فلسطین سے یمن کی طرف آتا ہے عرب قبیلے بستے تھے (تقویم البلدان) اور چونکہ عربوں اور یہودیوں کی باہم سخت چپقلش تھی اور گو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت آ گئے تھے۔ لیکن مخالفت ابتک باقی تھی۔ اسلئے جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ عرب قوم کا ایک سردار غائب ہے، تو انکے دل میں شبہ پیدا ہوا اور وہ ناراض ہو گئے اور یمن چونکہ عرب کا ایک حصہ ہے اس لئے یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر سورۃ النمل جلد پنجم حصہ سوم ص۵۹)

قَالَ الرَّسُوْلُ

جو بات دل میں کھٹکے اُس سے اجتناب کرو!

عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ - اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ - اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ (مسند احمد)

ترجمہ:۔ وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ اپنے نفس سے فتوی لو۔ اپنے نفس سے فتوی لو۔ اپنے نفس سے فتوی لو۔ نیکی وہ ہے جس پر تمہارا نفس اطمینان پا جائے۔ اور تمہارا دل تسکین محسوس کرے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے نفس میں کھٹکے اور تمہارے سینے میں تنگی پیدا کرے۔ خواہ دوسرے لوگ تمہیں اس کے جائز ہونے کا فتوی ہی دیں ؂

ملفوظات

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"مَیں بار بار کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں کہ اگر عقائد دینیہ فلسفہ کے رنگ پر اور ہندسہ اور حساب کی طرح عام طور پر بدیہی الثبوت ہوتے تو ہرگز نجات کا ذریعہ نہ ٹھہر سکتے۔ بھائیو! یقیناً سمجھو کہ نجات ایمان سے وابستہ ہے۔ اور ایمان امورِ مخفیہ سے وابستہ ہے۔ اگر حقائق اشیاء مستور نہ ہوتیں تو ایمان نہ ہوتا۔ اور اگر ایمان نہ ہوتا تو نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ ایمان ہی ہے جو رضائے الٰہی کا وسیلہ اور مراتبِ قرب کا زینہ اور گناہوں کا زنگ دھونے کے لئے ایک چشمہ ہے۔ اور ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف حاجت ہے اس کا ثبوت ایمان ہی کے ذریعہ ملتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنی نجات کے لئے اور ہر ایک دُکھ سے راحت پانے کے لئے خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اور وہ نجات صرف ایمان سے ہی ملتی ہے۔ کیا دُنیا کا عذاب اور کیا آخرت کا دونوں کا علاج ایمان ہے۔ جب ہم ایمان کی قوت سے ایک مشکل کا حل ہوجانا غیر ممکن نہیں جانتے۔ تو وہ مشکل ہمارے لئے حل کی جاتی ہے ہم ایمان ہی کی قوت سے خلاف قیاس اور ابعد از عقل مقاصد کو بھی پالیتے ہیں۔ ایمان ہی کی قوت سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ اور خوارق ظہور میں آتے ہیں اور انہونی باتیں ہوجاتی ہیں۔ پس ایمان ہی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔ خدا فلسفیوں سے پوشیدہ رہا اور حکیموں کو اس کا کچھ پتہ نہ لگا۔ مگر ایمان ایک عاجز دلق پوش کو خدا تعالیٰ سے ملا دیتا ہے۔ اور اس سے باتیں کرادیتا ہے۔ مومن اور محبوبِ حقیقی میں قوتِ ایمانی دلّالہ ہے۔ یہ قوت ایک مسکین ذلیل خوار مردود خلائق کو قصرِ مقدس تک جو عرش اللہ ہے پہنچا دیتی ہے۔ اور تمام پردوں کو اُٹھاتی اُٹھاتی دلآرام ازلی کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔ سو اُٹھو! ایمان کو ڈھونڈو اور فلسفہ کے خشک اور بے سود ورقوں کو جلاؤ۔ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی۔ ایمان کا ایک ذرّہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے اور ایمان سے صرف آخری نجات نہیں بلکہ ایمان دُنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۲-۲۶۳ حاشیہ)

مکرم عبد السلام صاحب ضیا اختر ایم۔ اے

مسجدِ اقصیٰ کی آگ

جاگ! اے عشقِ نبیؐ کے شعلۂ خوابیدہ جاگ!
سینۂ ایماں میں بھڑکی۔ مسجدِ اقصےٰ کی آگ!
آگ!۔ اور پھر اُس مقامِ سرزمینِ پاک پر
عرش کی آنکھیں بھی جھک جاتی ہیں جس کی خاک پر
خاک! جو اب بھی امیں ہے بحرِ صد امواج کی!
یعنی شاہِ دوسرا کے نقطۂ معراج کی
اپنے دامن میں لئے صدیوں کا انداز و گداز
سنگ و آہن میں سمیٹے سجدہ ہائے سرفراز!
اب بھی قائم ہے نشاطِ خُلد برساتی ہوئی!
کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی
دیکھتی ہے ہر نظر اس قصرِ محبوبی کو آج
ڈھونڈتی ہے اک صلاح الدین ایوبی کو آج
آگ ہے۔ اولادِ ابراہیم ہے۔ نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے

"مسئلہ تقدیر کی حقیقت"

تقدیر الٰہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق عوام و خواص کے دلوں میں اکثر سوال پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ اس امر میں اکثر اختلافی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ امر ایسا ہے جس کو ایمان کے اجزاء میں شمار کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اس بات کا اعلان نہ کرے کہ میں اللہ اور اس کے رسولوں اس کی کتابوں اس کے ملائکہ پر ایمان لانے کے علاوہ اچھی اور بُری تقدیر پر بھی ایمان لاتا ہوں۔ اور اگر ہم مسئلہ تقدیر کو سمجھ ہی نہیں سکتے تو اس پر ایمان لانے کے کیا معنے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اس مسئلہ کو غلط سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ ہلاکت کے راستے اختیار کر لیتے ہیں۔ کچھ افراط کے رنگ میں اور کچھ تفریط کے رنگ میں۔ افراط کے رنگ میں اس طرح کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے علم کے مطابق تمام تقدیرات لکھی جا چکی ہیں اور تمام امور کے اٹل فیصلے ہو چکے ہیں جن کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ لہٰذا تدبیر کرنا فضول اور بے فائدہ عمل ہے۔ یہ بات واضح طور پر بالکل غلط نظر آتی ہے۔ ہمیں انسانی تدابیر کے نتائج ظاہر و باہر طور پر نظر آ رہے ہیں۔ انہی تدابیر اور عقل و خرد کی کاوشوں کے نتیجہ میں اس وقت جبکہ یہ سطور لکھی جا رہی ہیں اپالو یازدہم برق رفتاری سے چاند کی طرف بڑھ رہا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ جلد ہی زمینی انسان مہتابی بھی بن جائیگا۔ تو یہ کہنا کہ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل غلط ہے۔ دوسری طرف بعض ایسے لوگ ہیں۔ جو تفریط کی راہ اختیار کرتے ہوئے تقدیر کا بالکل ہی انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کوئی چیز نہیں۔ ہر چیز ہماری تدبیر سے وابستہ ہے یہ بات بھی کلیۃً ہمیں صحیح نظر نہیں آتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب کبھی کوئی خدا تعالیٰ کا مامور دنیا میں آتا ہے تو خدا تعالیٰ کی تقدیر ہی غالب آتی ہے۔ اور تمام مخالفانہ تدابیر ناکام ہو جاتی ہیں۔ اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی بالا طاقت ہے جو دنیا داروں کی متفقہ تدابیر کو کالعدم کرتی چلی جا رہی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی یہ تقدیر کہ

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ

ہمیشہ ہی آفتاب سے بھی زیادہ بڑھ کر چمک دمک کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہوتی رہی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے لئے اشد ضروری ہے کہ ہم مسئلہ تقدیر کو مِنْ کُلِّ الْوُجُوہ

اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں اور اس سے استفادہ حاصل کریں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں اس مسئلہ کی خوب وضاحت کی ہے اور یہ تقریر "تقدیر الٰہی" کے نام سے چھپ چکی ہے۔ تمام ناظرین کو تحریک کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کو کما حقہٗ سمجھنے کے لئے اس کتاب کا بغور مطالعہ فرمائیں۔

اس سلسلہ میں بعض ضروری امور اختصار کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔

عربی زبان میں تقدیر کے معنے ہیں کسی چیز کے متعلق پکا فیصلہ کر دینا یا کسی چیز کا اندازہ کرنا۔ اور انگریزی میں اس کے لئے (calculation) کا لفظ بھی مترادف سمجھا جا سکتا ہے۔ انسانی کاموں پر ہزارہا عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔ اُن میں انسان کی تدابیر بھی آتی ہیں۔ کئی اندرونی اور خارجی۔ مادّی اور روحانی، ظاہری اور مخفی عوامل اس کے علاوہ کارفرما ہوتے ہیں اور تمام عوامل کے ماحصل (calculated result) کو تقدیر کہا جاتا ہے۔ اگر یہ نتیجہ خدا تعالےٰ کے کسی خاص حکم کی بناء پر نافذ ہوتا ہے۔ ایسا خاص حکم جس کے آگے انسانی تدبیر ناکام ہو جاتی ہے تو اس نتیجہ کو تقدیر خاص کہا جائے گا۔ اور اگر یہ ماحصل یا نتیجہ خدا تعالےٰ کے عام قوانین خواہ وہ مادّی ہوں یا روحانی۔ یا اس میں دونوں کا ہی دخل ہو کے نتیجہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس کو تقدیر عام کہا جائیگا بالکل اسی طرح جس طرح کہ حساب کے کسی سوال میں ضرب، تقسیم، جمع اور منفی تمام قواعد کارفرما ہوں۔ اور ان کے مجموعی نتیجہ کو جواب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی مادی اور روحانی کوششوں کے جواب کو تقدیر کہا جاتا ہے۔

تقدیر عام۔ عام طور پر خدا تعالےٰ کے ظاہری و باطنی طبعی قوانین پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں حاصل کی جاتی ہے۔ اور تقدیر خاص کے حصول کا ذریعہ اکثر و بیشتر دُعا ہوتا ہے۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ انسانی کوششوں میں بیسیوں۔ بعض دفعہ سینکڑوں اور بعض دفعہ ہزارہا عوامل، اسباب، یا مؤثرات کارفرما ہوتے ہیں اور ان کے مجموعی نتیجہ کا نام تقدیر ہوتا ہے۔ گویا خدا تعالےٰ نے انسان کے ساتھ بیسیوں تقادیر لٹکائی ہوئی ہیں۔ اور یہ اس کا اپنا کام ہے کہ اپنی تدبیر اور دعا و دیگر مؤثرات کو کام میں لا کر وہ بہترین تقدیر کو حاصل کر لے۔ مثال کے طور پر ایک لڑکا امتحان میں اعلیٰ نمبروں پر پاس ہونا چاہتا ہے۔ اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے لئے کئی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

(الف) طالب علم سو فیصدی تدابیر کو کما حقہٗ کام میں لاتا ہے۔ اور سو فیصدی روحانی تدابیر کو بھی کام میں لاتا ہے خود بھی عاجزانہ دُعا کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے دوسرے نیک بندوں

سے بھی دعا کرواتا ہے اس کا نتیجہ یا دوسرے لفظوں میں اس کی تقدیر معلق جس کو وہ حاصل کرے گا۔ ایک معیّن صورت میں ظاہر ہو گی۔

(ب) وہ ظاہری تدابیر تو سو فیصدی اور کما حقہ کرتا ہے۔ لیکن روحانی اسباب کا منکر ہے۔ اور کوئی دعا نہیں کرتا۔ اس کو ملنے والا نتیجہ یا دوسرے لفظوں میں اس کی تقدیر معلق جس کو وہ حاصل کرے گا الف مثال والی تقدیر سے بالکل اور ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ مادی صورت میں بھی دونوں نتائج مختلف ہوں۔ کم از کم روحانی صورت میں ضرور مختلف ہوں گے۔ فرض کیجئے۔ کہ اس قسم کے دونوں طالب علم امتحان میں ایک ہی قسم کی پوزیشن حاصل کر لیتے ہیں لیکن پہلی صورت میں طالبعلم کا یہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار دیگر رحمتوں اور افضال کو بھی اپنے ساتھ ملا لے گا۔ اور انجام کار وہ کامیابی اس کے لئے بہت بابرکت ثابت ہو گی اور دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ دنیوی کامیابی اس طالبعلم کو خدا تعالیٰ کی دیگر رحمتوں سے محروم کر دے بلکہ عذاب جہنم کی طرف لیجائے اور بعض اوقات تو ظاہری صورت میں بھی دونوں صورتوں کے نتائج میں فرق ہوتا ہے۔

(ج) ایک تیسرا لڑکا ہے جو ناقص تدبیر کرتا ہے لیکن دعاؤں کے سلسلہ میں پورا زور لگا دیتا ہے اس کا نتیجہ کسی نہ کسی صورت میں پہلی دونوں صورتوں سے مختلف ہوتا ہے اور ایسا طالب علم ایک اور ہی تقدیر معلق کو حاصل کریگا۔ جو اس کی گردن میں لٹکی ہوئی تھی۔ یہ تقدیر جو ظاہر ہوئی وہ اس کی ناقص تدابیر لیکن اس کے ساتھ پُرزور دعاؤں کا ماحصل یا (calculated result) ہو گی۔

(د) ایک چوتھا لڑکا ہے جو نہ تدبیر کرتا ہے اور نہ ہی دعا کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ پہلے تمام نتیجوں سے مختلف ہو گا۔ خواہ ظاہری صورت میں خواہ باطنی صورت میں اور خواہ دونوں طرح سے۔ الغرض انسان کی ظاہری تدابیر اور باطنی تدابیر یعنی دعاؤں کے ماحصل کو تقدیر الٰہی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کی بے شمار تقدیریں انسان کی گردن میں لٹکی ہوئی ہیں۔ اور انہی کو تقدیر معلق کا نام دیا جاتا ہے۔ انسان کا اپنا کام ہے۔ کہ وہ ان میں سے کسی تقدیر کو حاصل کر لے۔ اگر وہ تقدیر انسان کے لئے مفید ہے تو اسے تقدیر خیر کہا جائے گا۔ اگر مضر ہے تو اسے تقدیر بر شر کہا جائے گا۔ میں نے یہاں ظاہری تدبیر اور روحانی تدبیر کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کیونکہ دعا بھی ایک قسم کی تدبیر ہی ہے۔ لیکن اسی حقیقت کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ ظاہری تدبیر ایک قسم کی دعا ہی ہے۔ جسے دعائے مجوبانہ کہا جا سکتا ہے اس صورت میں اصل دعا کو دعائے جارحانہ کہا جائیگا یہ صرف لفظی اصطلاحوں کا فرق ہے۔ انسان کی طرف سے صادر ہونے والے تمام اعمال خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ یا دونوں قسم کے ہوں۔

کا نتیجہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور اسی کا نام تقدیر الٰہی ہے۔

بعض ایسے نتائج بھی ہو سکتے ہیں جن کے حصول کے لئے سو فیصد تدبیر اور سو فیصد دعا دونوں کا نتیجہ صفر ہو۔ یعنی ان سے وہ مقصد حاصل نہ ہو سکے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ اگر کوئی نبی اللہ تعالیٰ سے اجازت پا کر اس مقصد کے لئے شفاعت کرے گا۔ تو وہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ گویا اس صورت میں ایک نرالی تقدیر معلق خدا کے علم میں موجود تھی۔ جسے ایک نبی کی شفاعت کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا تھا۔ اس کی ایک مثال وہ ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ظاہر ہوئی۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ لکھتے ہیں:-

"ہمارے مکرم خان صاحب محمد علی خاں صاحبؓ کا چھوٹا لڑکا عبدالرحیم سخت بیمار ہو گیا۔ چودہ روز تک تپ لازم حال رہا۔ اور اس پر حواس میں فتور اور بیہوشی رہی آخر نوبت احتراق تک پہنچ گئی...... حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کو ہر روز دعا کے لئے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اور وہ کرتے تھے۔ ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۰۳ء (ناقل) حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بڑی بیتابی سے عرض کی گئی۔ کہ عبدالرحیم کی زندگی کے آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ حضرت رؤف الرحیم تہجد میں اس کے لئے دعا کر رہے تھے کہ اتنے میں خدا کی وحی سے آپ پر کھلا کہ

"تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر ہے"

فرمایا۔ جب خدا تعالیٰ کی یہ قہری وحی نازل ہوئی۔ تو مجھ پر حد سے زیادہ حزن طاری ہوا۔ اس وقت بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا کہ **"یا الٰہی اگر یہ دعا کا موقعہ نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں۔ اس کا موقعہ تو ہے"**

اس پر معاً وحی نازل ہوئی۔

"يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ"

ترجمہ:- آسمانوں اور زمین کی سب مخلوق اس کی یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کے حضور شفاعت کرے۔

اس جلالی وحی سے میرا بدن کانپ
گیا۔ اور مجھ پر سخت خوف اور ہیبت
وارد ہوئی کہ میں نے بلا اذن شفاعت
کی ہے۔ ایک دو منٹ کے بعد
پھر وحی ہوئی۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْمُجَاز

یعنی تجھے اجازت ہے اس کے بعد
حالاً بعد حالٍ عبدالرحیم کی صحت
ترقی کرنے لگی۔ اور اب ہر ایک
جو دیکھتا اور پہچانتا تھا۔ اُسے
دیکھ کر خدا تعالیٰ کے شکر سے
بھر جاتا۔ اور اعتراف کرتا ہے۔
کہ لاریب مُردہ زندہ ہوا ہے۔"

(البدر جلد ۲۔ نمبر ۴۱ و نمبر ۴۲ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۸ نومبر) صفحہ ۳۲۱
بحوالہ تذکرہ طبع ثانی صفحہ ۵۰۵ سنہ ۱۹۰۳ء۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نواب
محمد علی خان صاحبؓ کے صاحبزادے عبدالرحیم
صاحب خان کی شفایابی کے سلسلہ میں ان کے گرد
میں کئی معلق تقدیریں لٹک رہی تھیں۔

(الف) اگر کوئی علاج نہ کیا جاتا۔ نہ کوئی دُعا
کی جاتی تو شاید بڑی جلدی ہی ہلاکت صادر
ہو جاتی۔

(ب) اگر صرف دعا کی جاتی اور کوئی علاج نہ
کیا جاتا تو نتیجہ کچھ مختلف ہوتا۔ شاید کچھ مہلت
ملتی۔ لیکن اس کے بعد ہلاکت مقدر تھی۔

(ج) اگر صرف علاج کیا جاتا اور دُعا بالکل نہ
کی جاتی۔ تو پھر ایک نیا نتیجہ پیدا ہوتا۔ جو اپنے
باطنی اثرات کے لحاظ سے دوسرے نتیجہ سے
مختلف ہوتا۔ ہلاکت پھر بھی مقدر ہوتی۔

(د) پورا پورا علاج کیا گیا اور اللہ تعالیٰ
کا ایک عظیم الشان مامور یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی دعا شامل حال ہوئی۔ علم الٰہی سے ظاہر
ہوا کہ پھر بھی ہلاکت مقدر تھی۔

(ھ) لیکن ایک پانچویں تقدیر بھی ان کے
ساتھ معلق تھی۔ کہ اگر پورے پورے علاج اور
پوری پوری دعا کے ساتھ حضرت مسیح الزمان
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت بھی شامل ہو جائے
تو موت ٹل جائے گی اور لڑکا شفایاب ہو جائے گا۔
جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا تھا کہ
"تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر ہے۔"
تو چونکہ حضور کوچۂ روحانی کے سالک تھے اور
محرمِ راز تھے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اس الہام الٰہی پر مایوس نہیں ہوئے اور حضورؑ
کی دقیق نگاہوں نے کامیابی کا ایک مخفی راستہ
ڈھونڈ لیا۔ یعنی شفاعت کرنے کا راستہ۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایک انسان کے
لئے کسی مقصد کے حصول کے سلسلہ میں سینکڑوں
بلکہ ہزاروں تقدیریں معلق ہوتی ہیں۔ جوں جوں
اس کی ظاہری تدابیر یا باطنی تدابیر صادر ہوتی

چلی جاتی ہیں مختلف نتائج نکلتے چلے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ازلی علم کو تقدیر الٰہی کے ساتھ confuse نہیں کرنا چاہیئے۔ یعنی دونوں کو ایک ہی چیز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کا علم ازل سے غیر متبدل اور غیر متغیر ہے لیکن وہ واقعات کے صادر ہونے کے لئے مؤثر نہیں یعنی محض اس لئے کوئی واقعہ نہیں ہوتا۔ کہ خدا کا ازلی علم ایسا ہی تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ کیونکہ کسی انسان کی ظاہری یا باطنی تدابیر و دیگر ظاہری اور مخفی عوامل انفس یا آفاقی اسباب کے نتیجہ میں کوئی واقعہ صادر ہونا تھا اس لئے خدا کا علم ایسا ہی تھا۔ پس خدا تعالیٰ کا ازلی علم کسی واقعہ کو صادر ہونے پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ واقعات کے صادر ہونے کے تابع ہے۔ خدا تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے۔ اس لئے وہ تمام ہونے والے واقعات کو پہلے سے جانتا ہے۔ کہ ان ان عوامل کے نتیجے میں یہ یہ نتائج نکلیں گے۔ اگر ان عوامل میں فرق پڑ جائے گا تو خدا تعالیٰ کا علم بھی ازل سے اور ہی ہوگا۔ کسی انسان کے پاس کوئی ایسی فہرست تو نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ خدا تعالیٰ کے ازلی علم میں یہ یہ واقعات لکھے ہوئے ہیں۔ اسی لئے انسان ہر بیماری کے موقعہ پر علاج کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ کہ صحیح علاج کے نتیجے میں فلاں مریض کو شفا حاصل ہو جائے گی۔ اور غلط علاج کے نتیجے میں فلاں مریض کی موت واقع ہو جائے گی۔ پس خدا تعالیٰ کے ازلی علم کا اظہار وقوعہ کے بعد ہوتا ہے لیکن خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اس ازلی علم کے متعلق ہمیں پہلے سے خبر نہیں ہوتی۔ سوائے شاذ اُمور کے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم کے تحت بطور پیشگوئی کوئی بات ظاہر کر دے۔ وہاں بھی ہم یہ کہیں گے۔ کہ وہ نتیجہ خدا تعالیٰ کے خاص فیصلے کیوجہ سے صادر ہؤا۔ اور کیونکہ اس خاص فیصلہ کے نتیجہ میں ایسا واقعہ ہونا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا ازلی علم ایسا ہی تھا۔ بصورت دیگر بیماری پیدا ہونے پر علاج کرنا بے معنی ہے۔ کیونکہ ہونا تو وہی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے علم میں لکھا ہؤا ہے۔ مگر چونکہ کسی کو علم نہیں کہ خدا تعالیٰ کے ازلی علم میں کیا لکھا ہؤا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان اور مومن بندہ بیماری کے موقعہ پر علاج بھی کرتا ہے۔ اور دعا بھی کرتا ہے اور تمام ظاہری اور باطنی تدابیر کو کام میں لاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ہزارہا ظاہری اور باطنی مادّی و روحانی عوامل کے نتیجے میں جو نتیجہ نکلنا ضروری ہوتا ہے اس کو تقدیر کہا جاتا ہے یعنی ان عوامل کا Result (Calculated)

اگر یہ عوامل مختلف ہوتے چلے جائیں گے۔ تو نتائج بھی مختلف ہوں گے اور انہی نتائج کو تقادیر معلقہ کہا جائے گا۔ اور اب یہ انسان کا اپنا کسب ہے کہ وہ کونسی تقدیر معلق کو حاصل کرتا ہے۔

پس ہمارا فرض ہے کہ ہم مختلف جسمانی و روحانی مقاصد کے حصول کے لئے پوری پوری

تدابیر کریں۔ اور پوری پوری دعا کریں۔ اور پھر یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ بہترین نتیجہ پیدا کریگا اور اُس کا فضل تمام کمیوں کو پورا کر دے گا یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مقصود و مطلوب نتیجہ کا پیدا ہونا محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ اسی امر کو پیش نظر رکھنے کا نام توکل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے اور نہ صرف ان کے مقاصد کو پورا کرتا ہے بلکہ ان کو اپنے قرب میں بھی جگہ دیتا ہے۔

واٰخر کلمنا حمدٌ وشکرٌ
لربٍ محسنٍ ذی الامتنان

مکرم چوہدری خالد سیف اللہ خانصاحب
بی ۔ ایس ۔ سی ۔ انجینرنگ ۔ لائلپور

قرآن مجید میں گھوڑوں کا ذکر اور خدام الاحمدیہ کا عہد

قرآن مجید میں گھوڑوں کا ذکر متعدد بار آیا ہے۔ اور ایک سورۃ کا تو نام ہی "اَلْعَادِیَات" یعنی دوڑنے والے گھوڑے رکھا گیا ہے اور اس میں بالخصوص ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کو بطور گواہ پیش کیا گیا ہے اور ان کا تعریفی انداز میں ذکر مومنوں کے لئے بطور ایک انعام اور سبق کے کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِیٰتِ
قَدْحًا ۙ فَالْمُغِیْرٰتِ
صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ
فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ
اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ
وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ

یعنی میں گواہ کے طور پر پیش کرتا ہوں ایسے دوڑنے والے گھوڑوں کو جو جوش سے آوازیں نکالتے ہیں۔ پھر چوٹ مار کر چنگاری نکالتے ہیں۔ پھر صبح ہی صبح حملہ کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ اس صبح کے وقت میں غبار اڑاتے ہیں۔ پھر دشمن کے لشکر میں گھس جاتے ہیں کہ انسان یقیناً اپنے مالک کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ اور وہ اس بات پر (اپنے قول و فعل) سے گواہی دے رہا ہے۔

ان آیات میں ایسے گھوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے مالک کے حکم کے تحت جوش و خروش اور ذوق و شوق سے دوڑتے ہیں۔ اور اسی شدید محنت کے نتیجہ میں ہانپنا شروع کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ تو دوڑتے دوڑتے گر کر دم توڑ دیتے ہیں۔ اور جان دے کر اپنی وفاداری اور اطاعت شعاری کا ثبوت پیش کر جاتے ہیں۔ پھر رستے کی مشکلات کی پروا نہیں کرتے۔ پہاڑی رستوں اور پتھریلی زمینوں پر قدم مارتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان کے سموں سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ پھر اتنے لمبے اور مشکل سفر کے بعد نہ ہمت ہارتے ہیں اور نہ آرام کا مطالبہ کرتے ہیں بلکہ صبحدم تیزی سے غبار اڑاتے ہوئے دشمن کو غارت کرنے کے لئے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور جان کی بازی لگاتے ہوئے دشمن کی صفوں میں جا گھستے ہیں۔

یہ دوڑ دوڑ کر ہانپنے والے گھوڑے اپنی جان کی قربانی بھی پیش کرتے ہیں۔ رستے کی مشکلات کو خاطر میں نہیں لاتے۔ وقت کی قربانی بھی پیش

کرتے ہیں۔ کہ رات کے تھکے ماندے صبحدم جو گویا ان کے آرام کا وقت ہوتا ہے۔ اپنے مالک کے حکم سے دشمن کی صفوں میں جا گھستے ہیں۔ اور اس سے مرعوب نہیں ہوتے ان کی عزت اڑنے اور رکنے میں نہیں بلکہ اپنے آپ کو مالک کی مرضی کے تابع کر دینے میں مضمر ہوتی ہے۔

خدا تعالےٰ نے گھوڑے کو پیدا کیا اسی نے اس کے لئے چارہ اور پانی پیدا کیا۔ انسان نے اس کے سوا اور کیا کیا کہ خدا ہی کا پیدا کردہ چارہ اس کے آگے ڈال دیا۔ اور اتنی سی ربوبیت کے نتیجہ میں وہ اس کا مجازی رب بن بیٹھا اور گھوڑے نے اپنی جان۔ وقت۔ عزت سب کا اختیار اس کو دے دیا۔ اس کے بالمقابل وہ ربوبیت جو خدا تعالیٰ انسان کی فرماتا ہے وہ کس قدر شاندار حقیقی اور کامل ہے اور انسان خدا کے کس کام آتا ہے اور اگر اس کی راہ میں جان بھی دے دے تو اس نے کیا کیا۔ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا (غالب)

خدا فرماتا ہے تم اس ناقص اور ظلی ربوبیت پر غور کرو۔ جو تم گھوڑے کی کرتے ہو اور اس قربانی پہ نظر ڈالو جو وہ تمہارے لئے پیش کرتا ہے۔ اور اس کے بالمقابل اس عظیم الشان جسمانی اور روحانی ربوبیت پر غور کرو۔ جو خدا تمہاری فرماتا ہے اور پھر دیکھو کہ تم اس کا کیا سنوارتے ہو۔ اور کس کام آتے ہو۔ گھوڑا اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ کبھی تم نے سوچا ہوتا۔ کہ تمہارا بھی ایک مالک ہے۔ تم نے اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا قربانی پیش کی۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ اگر تم غور کرو۔ تو تمہاری روح پکار اٹھے گی۔ کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ یعنی انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ اور وہ خود اپنے قول و فعل سے اس پر گواہی دے رہا ہے۔

اسی ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں ہم نے بیعت کے وقت یہ عہد کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ اور اسی کی روح کو زندہ رکھنے کے لئے ہم اپنے اجتماع میں یہ عہد دہراتے ہیں۔ کہ ہم دینی، قومی اور ملّی مفاد کی خاطر اپنی جان، مال۔ وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہیں گے۔ اور امام وقت کے ہر معروف حکم کی اطاعت کریں گے۔

ان آیات میں سالک کو بتایا گیا ہے۔ کہ تمہاری روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ تم حصول کمالات کے لئے پورے ذوق اور شوق سے دوڑو۔ راستے کی مشکلات سے مت گھبراؤ۔ بلکہ جتنا تیز اور جتنے مشکل راستوں پر دوڑو گے اتنا ہی محبت الٰہی کی چنگاریاں اور زیادہ روشن ہوں گی۔ ہوائے نفسانی اور شیطانی قوتوں پر بھرپور حملہ کرو۔ اور ان کی صفوں کو تتر بتر کر دو۔ اگر ایسا کرو گے

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

احمدی جماعت کا قریبی مُطالعہ

ایک غیر از جماعت محقق کے تأثرات

علامہ نیاز محمد خاں جو علمی و ادبی دنیا میں نیاز فتحپوری کے نام سے معروف ہیں۔ پاک و ہند کے مایۂ ناز انشاء پرداز اور میدانِ تحریر کے عظیم شہسوار اور اردو ادب کے زبردست نقاد تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ متعدد مذہبی، علمی اور ادبی کتب کے مصنف اور مشہور رسالہ ماہنامہ "نگار" کے تقریباً نصف صدی تک ایڈیٹر رہے ہیں۔ آپ نے جماعت احمدیہ کے بارے میں اپنے قلبی تاثرات کا یوں ذکر فرمایا ہے ——— (ادارہ)

لکھنؤ سے چلتے وقت ایک ذہنی یا جذباتی پروگرام مَیں نے یہ بھی بنایا تھا کہ اس سفر کے دوران میں اگر قادیان نہیں تو ربوہ ضرور دیکھوں گا۔ جو سُنا ہے کسی وقت وادیٔ غیر ذی زرع تھا۔ اور احمدی مجاہدین نے اسے ایک متمدن شہر بنا دیا ہے۔ قادیان کا سوال اس لئے سامنے نہ تھا کہ پورا خاندان میرے ساتھ تھا اور ربوہ تو خیر مَیں کراچی سے تنہا بھی جا سکتا تھا لیکن افسوس ہے کہ میرا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ میرے ویزا میں ربوہ درج نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ میری صحت اس کی متقاضی نہ تھی کہ موسم گرما میں سفرِ ریگستان کی جرأت کر سکوں۔ لیکن میری اس کم ہمتی کی تلافی کسی نہ کسی حد تک اس طرح ہو گئی۔ کہ بعض مخلصین سے امرتسر کے سٹیشن پر تبادلۂ نگاہ ہو گیا۔ بعض سے لاہور میں یاد اللہ ہو گئی

اور جب کراچی پہنچا تو ایک سے زائد بار مجھے اُن کو زیادہ قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ مل گیا۔

سب سے پہلی چیز جسے مَیں نے بیّن طور پر محسوس کیا۔ ان کی متانت اور سنجیدگی تھی۔ اُن کے ہنستے ہوئے چہرے، ان کے بشاش قیافے اور ان کی بُوئے خوش دلی تھی۔ دوسری بات جس نے مجھے بہت زیادہ متأثر کیا۔ یہ تھی کہ انہوں نے دورانِ گفتگو میں مجھ سے کوئی تبلیغی گفتگو نہیں کی کبھی کوئی ذکر تعلیم احمدیت کا نہیں چھیڑا۔ جو یقیناً مجھے پسند نہ آتا۔ میرا مقصود صرف خاموش نفسیاتی مطالعہ کرنا تھا۔ اور یہ ان کی انتہائی ادا شناسی تھی کہ دونوں عصرانوں میں انہوں نے مجھے اس مطالعہ کا پورا موقعہ دیا۔ اور کوئی بات ایسی نہ چھیڑی کہ میرا مطالعہ نگاہ سے ہٹ کر زبان تک پہنچتا اور میرا زاویہ نظر

بدل جاتا۔

اس کا علم تو مجھے تھا کہ احمدی جماعت بڑی باعمل جماعت ہے لیکن یہ علم زیادہ تر سماعی و کتابی تھا۔ اور میں کبھی اس کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ ان کی زندگی کی بنیاد ہی سعی و عمل پر قائم ہے اور جد و جہد ان کا قومی شعار بن گیا ہے۔

اس سے ہر شخص واقف ہے کہ وہ ایک مشنری جماعت ہے اور ایک خاص مقصد کو سامنے رکھکر آگے بڑھتی ہے اور ایسے ناقابلِ شکست عزم و حوصلہ کے ساتھ کہ تاریخ اسلام میں اس کی مثال قرونِ اُولیٰ کے بعد کہیں نہیں ملتی۔

مَیں حیران رہ گیا یہ معلوم کرکے کہ ان کے دو شفاخانے جو انہوں نے یہیں کراچی کی دو غریب آبادیوں میں قائم کئے ہیں محض ان کے چند نوجوان افراد کی کوشش کا نتیجہ ہیں۔ جنہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اس کی بنیاد کھودی۔ ان کی دیواریں اٹھائیں۔ ان کی چھتیں استوار کیں۔ ان کا فرنیچر تیار کیا اور اب صورتِ حال یہ ہے کہ ان شفاخانوں سے روزانہ سینکڑوں غرباء کو نہ صرف دوا بلکہ طبی غذائیں بھی مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ اور عوام کی ذہنی تربیت کے لئے ریڈنگ روم اور کتب خانے بھی قائم ہیں۔

ع　دل شکستہ دراں کوچہ می کنند درست
چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا شکست

کراچی اور لاہور میں اس جماعت کے افراد پانچ پانچ ہزار سے زائد ہیں لیکن اپنی گراں مایگی مستقل کے لحاظ سے وہ ایک "بنیان مرصوص" ناقابلِ تزلزل، ایک حصارِ ناقابلِ تسخیر اور کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اس "اسوۂ حسنہ" کی جس کا ذکر محراب و منبر پر تو اکثر سنا جاتا ہے لیکن دیکھا کہیں نہیں جاتا۔

پھر سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ وہ کیا بات ہے جس نے انہیں یہ سوجھ بوجھ عطا کی۔ اس کا جواب ابھری ہوئی جماعتوں کی تاریخ میں ہم کو صرف ایک ہی ملتا ہے اور وہ ہے عظمتِ کردار اور بلندیٔ اخلاق۔

اس وقت مسلمانوں میں ان کو بے دین و کافر کہنے والے تو بہت ہیں لیکن مجھے تو آج ان مدعیان اسلام کی جماعتوں میں کوئی جماعت ایسی نظر نہیں آتی۔ جو اپنی پاکیزہ معاشرت، اپنے اسلامی رکھ رکھاؤ اپنی تاب مقاومت اور خوئے صبر و استقامت میں احمدیوں کے خاک پا کو بھی پہنچتی ہو۔

ع　ایں آتشِ نیرنگ نہ سوزد ہمہ کس را

یہ امر مخفی نہیں کہ تحریک احمدیت کی تاریخ ۱۸۸۹ء سے شروع ہوتی ہے جس کو کم و بیش ستر سال سے زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ لیکن اس قلیل مدت میں اس نے اتنی وسعت اختیار کرلی کہ آج لاکھوں نفوس اس سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ اور دنیا کا کوئی دور دراز گوشہ ایسا نہیں جہاں یہ مردانِ خدا اسلام کی صحیح تعلیم، انسانیت پرستی کی نشر و اشاعت میں مصروف نہ ہوں۔

آپ کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ جب بانی احمدیت

کی رحلت کے بعد ۱۹۳۴ء میں موجودہ امیر جماعت نے تحریک جدید کا آغاز کیا تو اس کا بجٹ صرف ۲۷ ہزار کا تھا لیکن ۲۵ سال کے بعد وہ بیس لاکھ اسی ہزار تک پہنچ گیا جو انتہائی احتیاط و تنظیم کے ساتھ تعلیمات اسلامی پر صرف ہو رہا ہے اور جب قادیان و ربوہ میں صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہے تو ٹھیک اسی وقت یورپ و افریقہ و ایشیا کے ان بعید و تاریک گوشوں سے بھی یہی آواز بلند ہوتی ہے جہاں سینکڑوں غریب الدیار احمدی خدا کی راہ میں دلیرانہ قدم آگے بڑھائے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ باور کیجئے۔ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ باوجود ان عظیم خدمات کے بھی اس بے ہمہ و باہمہ جماعت کو برا کہا جاتا ہے تو مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور مسلمانوں کی اس بے بصری پر حیرت ہوتی ہے ؎

مبیں حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم
شہان بے کمر و خسروانِ بے کلہ اند

جب میں نے تحریک احمدیت پر اظہار خیال شروع کیا ہے عجیب و غریب سوالات مجھ سے کئے جا رہے ہیں۔ بعض حضرات اس جماعت کے معتقدات کے بارے میں استفسار فرماتے ہیں۔ بعض براہِ راست بانیٔ احمدیت کے دعویٰ مہدویت و نبوت کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو ان کے اخلاق کو داغدار ظاہر کر کے مجھے ان کی طرف سے متنفر کرنا چاہتے ہیں۔ اور بعض تو صاف صاف مجھ سے یہی پوچھ بیٹھتے ہیں۔ کیا میں احمدی ہو گیا ہوں۔ میں یہ سب سنتا ہوں اور خاموش ہو جاتا ہوں کیونکہ وہ یہ تمام سوالات اس لئے کرتے ہیں۔ کہ وہ مجھے بھی اپنے ہی جیسا مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ؎

ہم کعبہ و ہم بتکدہ سنگ رہِ ما بود
رفتیم و صنم بر سرِ محراب شکستیم

مذہب و اخلاق دراصل ایک ہی چیز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ احمدی جماعت کی بنیاد اسی احساس پر قائم ہے۔ اور اسی لئے وہ مذہبی عصبیت سے کوسوں دور ہیں۔ وہ تمام اخلاقی مذاہب کا احترام کرتے ہیں اور جس حد تک خدمت خلق کا تعلق ہے رنگ و نسل اور مسلک و ملت کا امتیاز ان کے یہاں کوئی چیز نہیں۔ وہ ہمیشہ سادہ غذا کھاتے ہیں۔ سادے کپڑے پہنتے ہیں۔ سگریٹ و مے نوشی وغیرہ کی مذموم عادتوں سے مبرا ہیں۔ نہ تھیٹر و سینما سے انہیں کوئی واسطہ، نہ کسی اور لہو و لعب سے دلچسپی۔ انہوں نے اپنی زندگی کی ایک شاہراہ قائم کر لی ہے۔ اور اسی پر نہایت متانت و سلامت روی کے ساتھ چلے جا رہے ہیں۔ یہی حال ان کی عورتوں کا ہے اور اسی فضا میں ان کے بچے پرورش پا رہے ہیں۔ مجھے مطلق اس سے بحث نہیں۔ کہ ان کے معتقدات کیا ہیں۔ میں تو صرف انسان کی حیثیت سے ان کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اور ایک معیاری انسان کی حیثیت سے ان کا احترام میرے دل میں ہے۔

اس وقت تک بانیٔ احمدیت کا مطالعہ جو کچھ میں نے کیا ہے اور میں کیا جو کوئی خلوص و صداقت کے ساتھ ان کے حالات و کردار کا مطالعہ کرے گا اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ وہ صحیح معنی میں عاشقِ رسولؐ تھے۔ اور اسلام کا بڑا مخلصانہ درد اپنے دل میں رکھتے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کہا یا کیا وہ نتیجہ تھا محض ان کے بے اختیارانہ جذبہ و خلوص اور داعیاتِ حق و صداقت کا۔ اس لئے سوال ان کی نیت کا باقی نہیں رہتا۔ البتہ گفتگو اس میں ہو سکتی ہے کہ انہوں نے کن معتقدات کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ سو اس پر روایتًا و درایتًا دونوں طرح غور و تامل ہو سکتا ہے لیکن بے سود۔ کیونکہ اس کا تعلق صرف ان کے امیال و عواطف سے ہوگا نہ کہ عمل و کردار سے۔ اور اصل چیز عمل و کردار ہی ہے۔

اب رہا سوال میرے احمدی ہونے یا نہ ہونے کا۔ سو اس کے متعلق میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ سرے سے میرا مسلمان ہونا ہی مشکوک ہے چہ جائیکہ احمدی ہونا۔ یہاں تو اصل چیز صرف عمل ہے اور اس حیثیت سے میں اپنے آپ کو اور زیادہ نا اہل پاتا ہوں۔

برہمن می شدم گر ایں قدر زنّار می بستم

اس لئے مناسب یہی ہے کہ مجھ سے اس قسم کا کوئی ذاتی سوال نہ کیا جائے، نہ اس لحاظ سے کہ یہ بالکل بے نتیجہ سی بات ہے بلکہ اس خیال سے بھی کہ

درلیغا آبروئے دیر گر غالبؔ مسلماں شد

اس سلسلہ میں مجھے ایک بات اور عرض کرنا ہے وہ یہ کہ آج یا کل یقینًا وہ وقت بھی آئیگا جب میں احمدی جماعت کے مذہبی لٹریچر پر ناقدانہ تبصرہ کرونگا کیونکہ بغیر سمجھے ہوئے کسی بات کو مان لینا میرے فطری رجحان کے خلاف ہے اور احمدی معتقدات میں کچھ باتیں مجھے ایسی بھی نظر آتی ہیں جو اب تک میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ لیکن اس کا تعلق صرف میرے ذاتی وانفرادی ردّ و قبول سے ہوگا۔ نہ کہ احمدی جماعت کے وجودِ اجتماعی سے، جس کی افادیت سے انکار کرنا گویا دن کو رات کہنا ہے۔ اور دن کو رات میں نے کبھی نہیں کہا۔

(منقول از ماہنامہ "نگار" لکھنؤ بابت ماہ جولائی ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۱ تا ۱۷)
(ماخوذ از ملاحظات نیاز فتحپوری شائع کردہ جماعت احمدیہ کراچی)

مبارک احمد عابد۔ ربوہ

صداقت کا سورج

ہوا اک گوشۂ گمنام سے سورج درخشندہ
کیا جس نے کہ اپنے نور سے دنیا کو تابندہ

اُسے روکا۔ بہت روکا جہالت کی گھٹاؤں نے
اُسے ہر گام پر ٹوکا عداوت کی ہواؤں نے

دکھاتے ہی رہے دل اس کا ہندومت کے متوالے
مخالف بن گئے نصرانیت کے ماننے والے

اُسے اپنوں نے بھی اپنانے سے انکار کر ڈالا
کہ کیوں ہے وہ محمد مصطفےٰ کا چاہنے والا

فقط اس بات پر کہ وہ خدا کا نور کیوں لایا
زمانے بھر نے اس پر ہر طرح سے ہر ستم ڈھایا

مگر وہ تو غلامِ احمدِ مرسل تھا، مہدی تھا
اسے کوئی بھی نہ تھا خوف دنیا کے مصائب کا

خدا نے ہر قدم پر اس کی عظمت ہی اُجاگر کی
بدل دی اس نے رحمت میں عداوت بھی جہاں بھر کی

وہ دنیا میں رہا اور پھولتا پھلتا رہا ہر دم
لئے وہ پرچمِ حقانیت چلتا رہا ہر دم

خدا نے اس کے ہاتھوں سے ہمیں بھی احمدیت دی
صداقت دی، اخوت دی، جماعت دی خلافت دی

مرے معبود! عابد ہو فدائی احمدیت کا
صداقت کا اخوت کا، جماعت کا، خلافت کا

قائدین مجالس خدام الاحمدیہ کا نیا انتخاب

امراء جماعت و پریذیڈنٹ صاحبان سے خصوصی تعاون کی درخواست

جملہ مقامی مجالس خدام الاحمدیہ کے قائدین کے تقرر کی میعاد ۳۱ ر اخاء ھش ۱۳۴۸ کو ختم ہو جائے گی۔ دستور کے مطابق ۱۵ ر نبوک سے ۳۰ ر نبوک تک کے عرصہ میں نیا انتخاب ہونا ضروری ہے۔ اس لئے مجالس سے التماس ہے کہ وہ ان مقررہ دنوں میں قائد مجلس کا نیا انتخاب کر کے صدر مجلس کی خدمت میں منظوری کیلئے بھجوائیں

انتخاب قائد مجلس کے لئے مندرجہ ذیل قواعد مقرر ہیں۔ جن کی پابندی ضروری ہے۔

۱- قائدین کا انتخاب علی الترتیب مرکزی نمائندہ، قائد علاقائی۔ قائد ضلع۔ امیر مقامی یا پریذیڈنٹ صاحب کی صدارت میں ہونا چاہیئے۔ ان میں سے ایک سے زائد کی موجودگی کی صورت میں مندرجہ بالا ترتیب مدنظر رکھنی ضروری ہوگی۔ نیز کسی ایسے خادم کی صدارت میں کوئی انتخاب نہیں ہوگا جس میں اس کا اپنا نام بھی پیش ہو سکتا ہو۔

۲- جس خادم کا نام قیادت کے لئے پیش کیا جائے وہ پنجوقت نماز باجماعت کا پابند ہو۔ جماعت اور مجلس کے لازمی چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ ہو۔ راستباز۔ دیانتدار اور مجلس کے نظام کا پابند ہو۔ ڈاڑھی نہ منڈاتا ہو اگر کسی جگہ ڈاڑھی والا موزوں خادم نہ ملے تو پھر مرکز سے استثنائی صورت میں اجازت حاصل کی جا سکتی ہے۔

۳- قائد کا انتخاب دو سال کے لئے ہوتا ہے۔ اور کوئی خادم متواتر دو دفعہ سے زیادہ منتخب نہ ہو سکے گا۔ گویا چار سال بعد تبدیلی لازمی ہے۔

۴- یہ انتخاب اعلانیہ ہونا چاہیئے۔ (مثلاً ہاتھ کھڑا کر کے) ایسے مواقع پر کسی کے خلاف پراپیگنڈہ کرنا ناپسندیدہ اور معیوب ہے۔ ایسا کرنے والے کے متعلق اگر کسی کو علم ہو تو اس کی اطلاع کرنی چاہیئے۔ اسی طرح ایسے انتخابات کے موقع پر غیر جانبدار رہنا بھی درست نہیں کسی نہ کسی کے حق میں اپنا ووٹ ضرور استعمال کیا جائے۔

۵- قائد مقامی کے انتخاب کے لئے کورم کل اراکین کا ۵۰ فیصدی ہوگا۔ اگر کورم کی کمی کی وجہ سے انتخاب نہ ہو سکے تو دوسری بار انتخاب کے لئے کسی کورم کی قید نہ ہوگی۔

۶- مرکز سے منظوری آنے تک سابقہ عہدیدار ہی برقرار رہیں گے۔ اور اپنے فرائض بدستور ادا کرتے رہیں گے

قائدین اضلاع۔

اس بات کو مدنظر رکھیں کہ اس وقت بلا استثناء ہر مجلس میں قائد کا انتخاب کروانا ضروری ہے اور وہ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ ان کے ضلع کی ہر مجلس میں بروقت قواعد کے مطابق انتخاب ہو جائے۔

جملہ امراء و پریذیڈنٹ صاحبان۔

سے خصوصی درخواست ہے کہ وہ اس بات کی نگرانی فرمائیں کہ ان مقررہ دنوں میں حسب قواعد ان کی جماعت میں قائد کا انتخاب کروا لیا جاوے۔ امید ہے اس سلسلہ میں جملہ امراء و پریذیڈنٹ صاحبان مجلس خدام الاحمدیہ سے خصوصی تعاون فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مردِ باوقار

کس کے قدم سے آئی ہے گلشن میں پھر بہار
رنگین و پُر نشاط سماں بادِ مشکبار

پھیلا ہے سبزہ چار سو پھولوں پہ ہے نکھار
کس کا وجود بن گیا ہے باعثِ قرار

○

ربوہ کی سرزمین ہے یا جنّت کا لالہ زار
ابرِ کرم کی دھوم وہ دامانِ کوہسار

پہلو میں کوہسار کے اٹھلائی جوئبار
اس سرزمینِ پاک پہ جنّت کروں نثار

○

ٹوٹے ہوئے دلوں کو جہاں بھر کی راحتیں
بگڑے ہوؤں کو راہ سعادت کی نعمتیں

اُجڑے ہوئے مکینوں کو جنّت کی دولتیں
ذرّے کو سیفؔ دیتا ہے صحرا کی وسعتیں

سلیم الدین سیفؔ
دنیا پوری

عبدالکریم خالد ربوہ

صحابہؓ کا کردار

تاریخ اسلام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ایسے ایسے حیرت انگیز کارہائے نمایاں سے بھری پڑی ہے کہ جن کی مثال تلاش کرنا بے سود ہے۔ یہ کارنامے صحابہ کے بلند کردار کی عکاسی کرتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی عظیم شان بھی ان سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان کارناموں کو پڑھ کر بے اختیار منہ سے تعریفی کلمات نکلتے ہیں اور ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگیاں مجسم ایثار تھیں۔ اور وہ ہر موقعہ پر اپنے بھائیوں کے لئے قربانی کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ اسکی چند ایک مثالیں ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بن سکتی ہیں۔

ایک دفعہ ایک یتیم لڑکے نے ایک شخص پر ایک باغ کی ملکیت کا دعویٰ کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یتیم کے خلاف فیصلہ دیا جسے سُنکر وہ رو پڑا۔ ایک یتیم کی آنکھ سے ٹپکے ہوئے آنسو اس سراپا رحم اور مجسم شفقت انسان پر کوئی اثر نہ کرتے یہ ناممکن تھا۔ چنانچہ آپؐ نے ازراہ رحم اس شخص سے فرمایا۔ کہ گو فیصلہ تمہارے حق میں ہو چکا ہے لیکن اگر یہ باغ اس بچے کو دے دو تو اللہ تعالےٰ اس کے عوض تمہیں جنت میں جگہ دے گا۔" اس شخص کو یہ مشورہ قبول کرنے میں تامل تھا۔ لیکن ایک اور صحابی حضرت ابوالدحداحؓ موجود تھے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے اس فقرہ کا سُننا تھا کہ حضورؐ کی خواہش کو پورا کرنے اور قرب الٰہی کے حصول کا جذبہ عود کر آیا۔ جس نے جائداد و اموال کی محبت کو سرد کر دیا۔ انہوں نے فوراً اپنے دل میں فیصلہ کیا۔ کہ ایک یتیم لڑکے کے لئے زیادہ سے زیادہ ایثار کا نمونہ دکھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اس باغ کے مالک سے کہا کہ تم میرا باغ لے لو اور اس کے عوض اپنا یہ باغ مجھے دے دو۔ چونکہ یہ سودا نفع مند تھا اس لئے وہ شخص فوراً رضامند ہو گیا۔

معاملہ طے کر کے حضرت ابوالدحداحؓ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جو باغ اس یتیم کو دلوانے کی آپ کو خواہش تھی۔ وہ اگر میں دے دوں تو کیا اس کے عوض مجھے جنت میں جگہ ملے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! کیوں نہیں۔ جو شخص اپنے بھائی

کے لئے قربانی کرتا ہے اور اپنا مال اس کے لئے وقف کر دیتا ہے خدا تعالےٰ نے اس کے لئے جنت تیار کر رکھی ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہ باغ اس یتیم لڑکے کو دے دیا۔

حضرت حمزہؓ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تو ان کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو دو چادریں دیں کہ ان سے حضرت حمزہؓ کے کفن کا کام لیا جائے۔ جب ان کو کفن پہنایا جا رہا تھا تو حضرت زبیرؓ نے دیکھا کہ حضرت حمزہؓ کے پہلو میں ایک انصاری کی لاش پڑی ہے جس کے لئے کفن میسر نہیں۔ آپ نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ اپنے ماموں کو تو دو چادریں پہنا دیں اور دوسرا بھائی پاس بے کفن پڑا رہے۔ چنانچہ آپ نے ایک چادر ان کے لئے دے دی۔ لیکن ایک چادر حضرت حمزہؓ کے لئے کافی نہ تھی۔ سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں چھپائے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا۔ کہ چادر سے چہرہ ڈھانک دو۔ اور پاؤں پر گھاس اور پتے ڈال دو۔

اللہ اللہ! کیسے لوگ تھے کہ فرطِ غم کی حالت میں بھی جبکہ انسان اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ انہیں اپنے بھائیوں کا اس قدر خیال رہتا تھا کہ مُردوں میں بھی امتیاز گوارا نہ کرتے تھے لیکن آج کے زمانہ میں مسلمان ایثار اور قربانی کے مفہوم سے بھی ناآشنا ہیں۔ اور ان کی نگاہ اپنے نفس اور خاندان سے آگے جا ہی نہیں سکتی۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کی قربانیاں یہیں پہ ختم نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جس طرح جانی، مالی اور اپنی اولادوں کی قربانی دی ہے۔ اس کی نظیر ساری دنیا میں ملنی مشکل ہے۔

دین کی راہ میں صحابہؓ کی قربانیاں کئی رنگ میں ہوتی تھیں۔ ایک متموّل انسان کا خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا اور بات ہے۔ لیکن ایک معمولی حیثیت کے آدمی کا اپنے سرمایہ اور پونجی سے محروم ہو جانا ایک بہت بڑا ابتلاء ہے اور شیطان نے اس راہ سے بھی صحابہؓ کے ایمان میں تزلزل پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ان کے ایمان کی پختگی کے باعث شیطان کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور صحابہ ایمان کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے۔

حضرت خبابؓ ایک نوجوان صحابی تھے۔ جن کا ایک مشرک عاص بن وائل کے ذمہ قرض تھا۔ آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد جب اس سے قرض کا مطالبہ کیا۔ تو اس نے کہا کہ جب تک محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا علی الاعلان انکار نہ کرو گے۔ مَیں یہ روپیہ تم کو ہرگز ادا نہ کروں گا۔ لیکن آپ نے جواب دیا کہ روپیہ ملے یا نہ ملے۔ لیکن یہ تو قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ کہ مَیں ایک معمولی سے دنیوی فائدہ کے لئے

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کر دوں۔ چنانچہ آپ تمام رقم سے دستبردار ہو گئے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تربیت کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ صحابہؓ خدا اور اس کے رسول کی محبت میں غرق ہو گئے اور مجسم فنا فی اللہ اور فنا فی الرسولؐ ہو گئے۔ شہادت کا اس قدر شوق اور ولولہ تھا۔ کہ ایک دفعہ ایک صحابی تقریب رخصتانہ کی تکمیل کے سلسلے میں بیوی کے لئے بازار سے تحائف خریدنے کے لئے نکلے اور عین اس وقت جبکہ آپ نہایت خوشی آئند خواب کو پورا ہوتا دیکھنے کے لئے سامان فراہم کرنے میں مصروف تھے کہ کسی منادی کی آواز سنائی دی۔ جو کہہ رہا تھا یا خیل اللہ ارکبی وبالجنۃ البشری۔ یعنی اے خدا تعالےٰ کے سپاہیو! اور اے شمع رسول کے پروانو! جہاد کے لئے سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ۔ اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ تمام جوش اور ولولے سرد پڑ گئے جہاد کا جوش رگوں میں دوڑنے لگا۔ شادی کا خیال ہی دل سے نکل گیا۔ اسی روپیہ سے تحائف کی بجائے سامان جنگ خریدا اور میدان جنگ میں جا پہنچے اور داد شجاعت دینے لگے اور دشمن کی صفوں میں گھس کر دشمنوں کو تہ تیغ کرنے لگے حتیٰ کہ درجہ شہادت پایا۔ اور نو عروس سے ہم آغوش ہونے کی بجائے عروس تیغ سے ہمکنار ہوئے۔

یہی وہ جذبہ فدائیت تھا جس کے تحت یہ لوگ جو دنیا کی نگاہوں میں حقیر سمجھے جاتے تھے ایک وادی بے آب و گیاہ سے اُٹھے۔ اور دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ اور قیصر و کسریٰ جیسی عظیم طاقتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ غلام جدھر کا رُخ کرتے بڑے بڑے بادشاہوں کے سر اُن کے آگے جھک جاتے تھے۔ اور یہ لوگ علمِ اسلام گاڑتے آگے بڑھ جاتے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم جن کی بہادری کے نقوش قرطبہ، دمشق اور شام کی دیواروں پر ثبت ہیں۔ دین کی راہ میں پیش آنے والے مصائب کو نہایت خندہ پیشانی سے قبول کرتے اور اُف تک نہ کرتے تھے۔ صحابہ کرام پر مظالم کی داستان بیان کرتے ہوئے دل کانپ کانپ جاتا ہے۔ اور آنکھیں فرطِ غم سے اشکبار ہو جاتی ہیں۔

حضرت بلالؓ ایک حبشی غلام تھے آپ نے عالم جوانی میں اسلام قبول کیا۔ آپ کا آقا امیہ بن خلف جو اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ آپ کو چلچلاتی دھوپ میں جبکہ مکہ کی زمین آگ اُگل رہی ہوتی۔ گرم ریت پر لٹاتا اور سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا تا آپ حرکت نہ کر سکیں اور کہتا کہ توبہ کرو۔ ورنہ یونہی سسک سسک کر جان دینا ہو گی۔ مگر آپ کی زبان سے یہی اُسی

حالت میں اَحَدٌ۔ اَحَدٌ کی آواز نکلتی تھی یعنی اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ مکہ کے ایک مالدار گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ اور اس لئے اس قدر نازونعم میں پرورش پائی تھی۔ کہ مکہ میں اس لحاظ سے کوئی ثانی نہ رکھتے تھے۔ عمدہ سے عمدہ لباس پہنتے اور اعلیٰ سے اعلیٰ خوراک کھاتے تھے نہایت بیش قیمت خوشبوئیں اور عطریات استعمال میں لاتے۔ غرضیکہ نہایت نازونعم کی زندگی بسر کرتے تھے اور کھانے پینے پہننے کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ایک عرصہ تک تو اسے پوشیدہ رکھا۔ آخر ایک روز ایک مشرک نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ اور آپ کی ماں اور خاندان کے دوسرے افراد کو خبر کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپ کو قید میں ڈال دیا گیا۔

آپ ایک عرصہ تک قید و بند کے مصائب نہایت صبر سے برداشت کرتے رہے اور موقعہ ملنے پر ترک وطن کر کے حبشہ کی راہ لی۔ اس قدر پرتکلف زندگی کے عادی نوجوان کو قید اور غریب الوطنی میں جس قدر مصائب کا سامنا ہو سکتا ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ لیکن ایمان نے دل پر ایسا اثر کر رکھا تھا کہ کسی مصیبت نے ان کو مغلوب نہیں کیا اور پائے استقلال میں کبھی ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔

حضرت ابو فکیہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ صفوان اور دوسرے کفار ان کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالکر زمین پر لٹا دیتے اور اوپر وزنی پتھر رکھ دیتے تاکہ حرکت نہ کر سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ ان کا دماغ مختل ہو جاتا۔ ظالم ان کے پاؤں میں رسہ باندھتے اور گرم زمین پر گھسیٹتے ہوئے لئے پھرتے تھے۔ مگر وہ نہایت صبر کے ساتھ ان کی سختیوں کو برداشت کرتے۔ اور کبھی یہ خیال دل میں نہ لاتے کہ اپنی جان کو مصیبت سے بچانے کے لئے کسی مداہنت سے کام لیں۔

حضرت خباب بن ارتؓ کو بھی طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنایا جاتا تھا۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ مشرکین دہکتے ہوئے انگاروں پر مجھے لٹا دیتے اور جب اس پر بھی ان کا شوق ستم رانی پورا نہ ہوتا۔ تو ایک شخص سینہ پر سوار ہو جاتا تاکہ میں جنبش نہ کر سکوں۔ اور اس وقت تک مجھے لٹائے رکھتے جب تک کہ جسم کی چربی پگھل کر آگ کو سرد نہ کر دیتی۔ لیکن یہ مرد خدا آئے دن کے ان مصائب کے باوجود اپنے ایمان پر مستقل رہا۔

یہ ہے ان مصائب و مظالم کی ایک مختصر سی داستان جو کفار نے مسلمانوں پر ڈھائے مگر وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔

مختصر یہ کہ اسلام قبول کرنے والے جانباز لوگوں کو ظالم و سفاک سخت دکھ اور اذیتیں پہنچاتے تھے اور ستم پر ستم یہ کہ یہ تکالیف کوئی عارضی اور

دقتیں نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ ان کا سلسلہ بہت لمبا چلتا تھا۔ صحابہ کرام نے ان تکالیف کو پوری جوانمردی اور جرأت کے ساتھ برداشت کیا۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو کسی اور قوم کو حاصل نہیں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ جب شام گئے تو ان کے متعلق ایک عیسائی عالم نے جو رائے ظاہر کی۔ وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

"عیسےٰ بن مریم کے متبع جو آروں سے
چیرے اور سُولی پر لٹکائے گئے
ان لوگوں سے زیادہ تکالیف برداشت
کرنیوالے نہ تھے"

(استیعاب جلد ا صفحہ ۴)

آج جو لوگ دین کی راہ میں عارضی اور معمولی سی جدائی بھی برداشت کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ اور وقتی طور پر تبلیغ اسلام کے لئے گھروں سے نکلتے ہیں اس لئے تامل کرتے ہیں۔ کہ اُن کی عدم موجودگی میں ان کے اہل و عیال کو کوئی معمولی سی تکلیف ہوگی۔ یا کاروبار کو کوئی خفیف سا نقصان پہنچے گا۔ وہ صحابہ کرامؓ کے مثیل ہونے کا دعویٰ اور ان کے نقش قدم پہ چلنے کا خیال بھی کس طرح دل میں لا سکتے ہیں۔

یہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دور ہے۔ اگر آج کے زمانے میں ہم دین کی خاطر انتہائی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور یہ عزم کر لیں۔ کہ اس راہ میں جو مصائب بھی آئیں گے انہیں خوشی سے برداشت کریں گے تو اسلام کی ترقی یقینی ہو جاتی ہے۔ اور اس کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور وہ درجات پائیں گے کہ ہمارا نام ابدالآباد تک زندہ رہے گا۔ اور جس طرح آج صحابہؓ کے واقعات پڑھ کر ہمارے دلوں کی عمیق گہرائیوں سے ان کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ آنے والی نسلوں کے قلوب میں ہمارے لئے محبت کے یہی جذبات پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ صفحہ ۱۷

تو تم اپنی منزلِ مقصود کی طرف بڑھنے والے ہو گے اور اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرلوگے ورنہ تمہارا شمار ان انسانوں میں ہوگا۔ جو ناشکرے ہیں۔

خدا کرے کہ ہم سلوک کی ان منزلوں پر اسی کی دی ہوئی توفیق سے ہمیشہ قدم مارنیوالے ہوں۔ خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنی جان۔ مال۔ وقت اور عزّت کو قربان کرنے کا جو عہد کیا ہے۔ اس کو نباہنے والے ہوں اور اپنے مالک حقیقی کے حضور اس قربانی سے بڑھکر پیش کرنے والے ہوں۔ جو ایک گھوڑا اپنے ظلی مالک کے سامنے پیش کرتا ہے۔ کہ اسی صورت میں ہم وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کے ارشادِ ربانی کے مصداق ٹھہر سکتے ہیں۔ آمین

ملک افضل حسین صاحب ربوہ

ایک عجیب شہر

' یوسف! ایک کھیس تو لا دو ۔ اور ہاں۔ ایک ڈانگ بھی لیتے آنا ۔ !

کھیس تو یہ رہا لیکن یار ڈانگ تو میرے پاس نہیں ہے ۔" یوسف نے جواب دیا۔

' اچھا تو پھر ایک لمبی سی رسّی لے آؤ " میں نے مطالبہ کیا۔

آپ سوچیں گے کہ کھیس، رسی اور ڈانگ کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ در اصل ہم خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع میں شامل ہونے کی تیاری کر رہے تھے اور مثلث نما خیمہ بنانے کے لئے ہمیں کھیس رسّی اور ڈانگ کی ضرورت تھی۔ اپنے حزب کے خدام نے مل جل کر یہ چیزیں بہم پہنچائیں اور یوں ہمارا خیمہ تیار ہو گیا۔

اجتماع سے قبل اس قسم کی گہما گہمی ہر مجلس میں نظر آتی ہے۔ وہ خدام جو اس میں شریک ہونے کے خواہشمند ہوتے ہیں تیاری میں مصروف نظر آتے ہیں۔ مطلوبہ سامان اکٹھا کیا جاتا ہے کھیسوں یا چادروں کو سی کر خیمہ تیار کیا جاتا ہے خیمے کی آرائش کا انتظام کیا جاتا ہے اور مقابلوں میں حصہ لینے کی تیاری کی جاتی ہے۔ غرضیکہ ایک عجیب قسم کا سماں ہوتا ہے جو دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

اسی قسم کی تیاریوں کے مراحل سے گذرنے کے بعد ہم بھی اپنے سالانہ اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ۱۸ ر اخاء کی وہ حسین صبح اب بھی روح میں گدگدیاں پیدا کرتی ہے۔ صبح صبح فجر کی نماز سے فارغ ہو کر ہمارے حزب نے سامان کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ساڑھے سات بجے ہم مسجد اقصیٰ کے میدان میں پہنچ گئے۔ وہ میدان جو کل تک سونا پڑا تھا۔ آج پُر رونق نظر آ رہا تھا۔ خدام جمع تھے اپنے اپنے سامان کو رکھا جا رہا تھا۔ قطعات کی الاٹمنٹ ہو رہی تھی۔ ڈانگیں اور کیلے گاڑے جا رہے تھے۔ اور ان پر کھیسوں کو تانا جا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس وسیع اور ننگے میدان میں جگہ جگہ خود ساختہ خیمے سر اٹھانے لگے۔ کوئی خیمہ بڑا تھا تو کوئی چھوٹا۔ کوئی تکون تھا تو کوئی مخمس۔ کوئی اتنا بڑا تھا کہ اونٹ بھی کھڑا ہو سکتا تھا اور کوئی اتنا چھوٹا کہ اس میں صرف بیٹھا ہی جا سکتا تھا۔ غرضیکہ مختلف قسموں اور انواع و اقسام کے رنگوں کے یہ خیمے میدانِ اجتماع کی رونق میں اضافہ کر رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی باغ میں مختلف

قسم کے پھول اپنی بہار دکھلا رہے ہوں۔

ہر خادم کے چہرے پر اس عزم کے آثار تھے کہ دین کی راہ میں وہ ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ زمین کھودی جارہی تھی اسے ہموار کیا جارہا تھا۔ بھاری بھاری بستروں کو خیموں میں منتقل کیا جارہا تھا۔ ہر خادم بڑے شوق اور بشاشت سے ہر کام سرانجام دے رہا تھا

خیمے لگ چکے تو ان کی صفائی کی گئی اور انہیں سجایا گیا۔ اس کے بعد ان پر ہر لحاظ سے تنقیدی نظر ڈال کر اطمینان کیا گیا۔ کہ آیا یہ خیمے تین دن تک ہماری رہائش کے قابل ہیں یا نہیں۔ اور پھر ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد ان میں ڈیرے ڈال دیئے گئے۔ یوں ایک چھوٹا سا اور عجیب وغریب شہر معرض وجود میں آگیا۔ اس شہر میں کیا کچھ نہ تھا۔ گلیاں تھیں سڑکیں تھیں۔ محلے تھے ان کے مختلف نام تھے کوئی "سعادت" تھا تو کوئی "شرافت" پر اترا رہا تھا۔ کوئی "رفاقت" کا دم بھر رہا تھا تو کسی کو "شجاعت" پر ناز تھا۔ ایسے محلے نہ پہلے کبھی دیکھے تھے اور نہ ہی سنے تھے لیکن اب ان کو نہ صرف یہ کہ دیکھا بلکہ ان میں رہے بھی۔ اللہ اللہ کیا سعادت تھی جو ہمارے حصہ میں آئی۔ خدا اس سے ہمارے ان بھائیوں کو بھی بہرہ ور کرے جو اس سال اس سے محروم رہے ہیں۔

کھانے کا بڑا عمدہ انتظام تھا کسی قسم کی دقت پیش نہیں آتی تھی جس کی باری ہوتی وہ بالٹی اور دسترخوان لے کر جاتا۔ اور کھانا لے آتا۔ اس کی واپسی تک اہل خیمہ تیار ہو جاتے۔ دسترخوان بچھ جاتا۔ پانی لایا جاتا۔ برتن درست رکھے جاتے اور سب بیٹھ جاتے۔ کھانا آتا تو مل کر کھاتے۔ کلوا جمیعًا کی اس سے بہتر مثال ملنی مشکل ہے کوئی غریب ہے تو کیا۔ کوئی امیر ہے تو ہمیں کیا غرض۔ سب ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھاتے۔ کھانے کے دوران خوش مذاقی کا دور دورہ ہوتا۔ ہلکی ہلکی چوٹیں قہقہے بکھیر دیتیں۔ دل خوش ہو جاتے۔ کھانا ساتھ کے ساتھ ہضم ہوتا جاتا لنگر کی دال کا مزہ ہی الگ ہوتا ہے۔ جتنی بھوک ان دنوں میں کھل گئی تھی۔ اس کا اب تصور بھی نہیں اور جتنی جلدی اس وقت کھانا ہضم ہوتا تھا۔ اس کا اب پتہ بھی نہیں۔

یہ جسمانی غذا کا ذکر تھا۔ لیکن اس سے بڑھ کر روحانی غذا تھی۔ اور سچ پوچھئے تو جو مزہ اس میں تھا وہ اس غذا میں کہاں؟ زمین و آسمان کے مالک کا ذکر۔ اس کے حبیبؐ کا درد۔ اس کے غلامؑ کی باتیں ۔۔۔ تقریروں کی لذت۔ نظموں کی چاشنی۔ مقابلہ معلومات کا انوکھا انداز درس قرآن کی لطافت۔ درس حدیث کا مزہ ملفوظات مسیح موعودؑ کا لطف۔ بھلا یہ سب چیزیں ایک جگہ مل سکتی ہیں۔

غرضیکہ ایک بار دیکھا ہے۔ دوسری مرتبہ

دیکھنے کی ہوس ہے " کا مصداق یہی اجتماع تھا۔ جتنا دینی علم ان دنوں میں حاصل ہوا وہ سارے سال کی کاوش سے بھی زیادہ ہے۔

اجتماع کی اتنی برکات ہیں کہ ان کے ذکر کے لئے صفحات درکار ہیں۔ وقت کی پابندی نمازوں کی باقاعدگی۔ تہجد کی چاشنی مشاورت کے مسائل، مقابلوں کی روح۔ دینی و دنیاوی معلومات۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے ہم اجتماع کو بے مثال قرار دے سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ اس سال بھی اجتماع میں شمولیت کا موقع ملے اور جو بھائی گذشتہ سال شامل نہیں ہو سکے اس سال اس بابرکت اجتماع میں فیضیاب ہوں۔ آمین:

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمعیل صاحبؓ

مسمریزم

اکثر مقامات پر کلبوں اور جلسوں میں مَیں نے مسمریزم کرنے والوں کے تماشے دیکھے ہیں۔ کئی تماشے تو صرف چابکدستی اور ہوشیاری کے کھیل ہوتے ہیں لیکن کئی جگہ اصل مسمریزم بھی ہوتا ہے۔ اور مسمرائزر اپنے ساتھ ایک لڑکا بطور "معمول" رکھتا ہے۔ جس پر توجہ ڈال کر وہ باتیں پوچھتا ہے۔ ایک دفعہ ایک کلب میں سب افسر لوگ بیٹھے ہوئے ایسے ہی تماشے دیکھ رہے تھے۔ کہ تماشے والے نے کہا۔ "صاحبان! آپ اپنے دل میں کسی پھول کا خیال کریں۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ کہ ڈپٹی صاحب آپ نے موتیا کا پھول اپنے دل میں رکھا ہے۔ تحصیلدار صاحب آپ نے چنبیلی کا پھول۔ کپتان صاحب آپ نے نرگس کا پھول وغیرہ وغیرہ۔ سب لوگ یہ بات دیکھ کر متعجب ہوئے وہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بھی موجود تھے۔ انہوں نے کوئی پھول اپنے دل میں نہیں رکھا تھا۔ کہنے لگے کہ میں نے تو کوئی پھول دل میں نہیں رکھا۔ مگر تم نے ان لوگوں کو جواب بہت صحیح دیئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم نے کوئی اندازہ لگایا ہے۔ تماشہ والا کہنے لگا۔ اب آپ اپنے دل میں کسی پھول کا نام سوچ لیں۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا اچھا۔ میں نے سوچ لیا۔ اب بتاؤ۔ وہ شخص کچھ دیر تو چپ رہا۔ پھر کہنے لگا۔ "گوبھی کا پھول"۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کرسی سے اچھل پڑے۔ اور کہنے لگے: "میں نے خیال کیا تھا کہ ایسا پھول ذہن میں رکھوں جدھر تمہارا خیال بھی نہ جائے مگر تم نے بتا ہی دیا۔"

اسی طرح یہ لوگ نوٹوں کے نمبر، گھڑی کا وقت اور بعض باتیں جو کاغذ پر لکھ کر محفوظ کر لی جائیں۔ اپنے معمول یعنی (سبجیکٹ) کی معرفت بتا دیتے ہیں۔ حالانکہ اس لڑکے کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی ہے۔ ان سب تماشوں کو دیکھ کر جو نتیجہ مَیں نے نکالا ہے وہ یہ ہے کہ مسمرائزر اپنے عمل کے زور سے غیب حاضر بتا سکتا ہے یعنی ایسی مخفی چیز جو موجود ہو۔ اور قریب ہو۔ لیکن غیب غائب یعنی ایسی بات غیب کی جو آئندہ ہونیوالی ہو نہیں بتا سکتا۔ مثلاً وہ لڑکا یہ تو کہہ دے گا۔ کہ فلاں شخص کی جیب میں اتنے روپے ہیں۔ یا فلاں گھڑی میں یہ وقت ہے مگر فاصلہ بہت ہو تو نہیں بتا سکے گا۔ اور نہ یہ بتا سکے گا کہ کل یا پرسوں یا فلاں دن ایسی ایسی بات وقوع میں آئے گی۔ حاضرین میں سے کسی کے دل کی خاص بات اس وقت تو پڑھ لے گا۔ لیکن یہ کہ دس دن کے بعد فلاں شخص کو پچاس روپیہ کا منی آرڈر ملے گا۔ یہ نہ بتا سکے گا۔ پس مسمرائزر کا غیب نزدیک کی پیش یا افتادہ اور موجود باتوں کے متعلق تو ٹھیک ہو سکتا ہے۔ مگر وہ پیشگوئی نہیں کر سکتا۔ لوگ غلطی سے ان دونوں باتوں کو ملا دیتے ہیں اور اس کو غیب دان سمجھ لیتے ہیں۔

یوگ بھی مسمریزم ہی کی مشق ہے۔ اور اس کی بھی یہی اصلیت ہے۔ یوگ میں کسی لڑکے کو مسمرائز کرنے کی بجائے خود اپنے آپ کو مسمرائز کرتے ہیں۔ یوگی بھی اپنی مشق کے زور سے یہ تو بتا دیگا۔ کہ کسی بند خط میں کیا مضمون ہے (کیونکہ یہ غیب حاضر ہے) لیکن یہ نہ بتا سکے گا۔ کہ اگلے برس مجھے اس مضمون کا خط فلاں شخص کی طرف سے ملیگا (کیونکہ یہ پیشگوئی ہے)

اس علم کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ ہر مذہب والا بلکہ لا مذہب اور دہریہ بھی اس کی مشق کر سکتا ہے اور تماشے دکھا سکتا ہے۔ غلطی سے آجکل اسی طاقت کا نام لوگوں نے مذہب کی روحانیت رکھ چھوڑا ہے۔ بیماروں کا اچھا کرنا۔ توجہ دینا۔ دلوں پر اثر ڈالنا۔ بیہوش کر دینا وغیرہ یہ سب مسمریزم ہے۔ اور ہر مذہب والا کر سکتا ہے بشرطیکہ اس میں قدرتی طور پر یہ طاقت زیادہ ہو۔ اور مشق اچھی ہو۔ مشہور غلام پہلوان امرتسری کا لڑکا ایک دفعہ میرے پاس آیا۔ تو میں نے پوچھا۔ کہ باپ کا علم بھی کچھ سیکھا؟ کہنے لگا "نہیں"۔ میں نے کہا۔ کیوں؟" اس نے جواب دیا۔ کہ "بات یہ ہے کہ جب اکھاڑے میں اترتا ہوں تو دم چڑھ جاتا ہے۔ اور میں قدرتی طور پر سخت ورزشوں کے ناقابل ہوں"۔ اسی طرح بعض آدمی قدرتی طور پر توجہ یعنی مسمریزم کی طاقت اپنے اندر زیادہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر مشق کریں۔ تو بیہوش کرنا تو کیا ...... ایک نظر سے انسان کو مار بھی سکتے ہیں۔ مگر اس کا تعلق مذہب سے کیا؟ آدمی تو لٹھ سے بھی مارا جا سکتا ہے۔ پس جو لٹھ اچھا چلائے وہ بھی خدا رسیدہ ہوتا ہوگا؟ مذہب صرف دو چیزوں کا مجموعہ ہے (۱) خدا شناسی (۲) اعلیٰ اخلاق۔ نہ کہ مسمریزم اور پہلوانی۔ کیونکہ مسمریزم بھی اعصاب کی پہلوانی ہی ہے ؎

احمدی جوانوں سے

اے احمدی جوانو! کیا سمجھے تم کہ کیا ہو
خدام مصطفےٰ ہو اسلام کی بنیاد ہو

اللہ کی رحمتوں پر ہو آسرا ہمارا
محبوب رب اکبر ہم سب کا رہنما ہو

کرتے رہیں گے دل سے خدمات ملک و ملت
طوفاں ہزار آئیں یا حشر اک بپا ہو

قرآن ہے ہمارا اک بہترین نسخہ
پینے سے اس دوا کے ہر درد سے شفا ہو

آنکھوں سے اشک بہنا ہے درد کی نشانی
ایماں نہ دل میں کیوں ہو آنکھوں میں جب حیا ہو

اس کی فدائیت پر صدقے ہو ہر جوانی
دین محمدی پر جو نوجواں فدا ہو

خدام احمدیت کا پار کر دے بیڑا
یارب دست بستہ ہم کی اب مقبول یہ دعا ہو

(تسنیم نور دہپوری)
(ابن غالب بٹالوی)

محمد عمر دراز عفا تنویر۔ لائلپور

۔۔۔۔ کعبہ مرا یہی ہے

؎ ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل وسینہ پاک ہو
نفسِ دُنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

قرآنِ کریم وہ خدا نما کتاب ہے جو آج سے چودہ سو سال پیشتر خدا تعالےٰ نے تمام دُنیا کی رہنمائی کے لئے اپنے محبوب بندے سیّد و مولےٰ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی وابی وامی) پر نازل فرمائی۔ وہ سماں کس قدر مسرت آفرین تھا جبکہ خدا کا ایک سچا عاشق اپنے گھر سے دور حرا کے مقام پر آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز تھا۔ اور اپنی قوم کی حالت پر زار و قطار آنسو بہا رہا تھا۔ کہ خدا تعالےٰ کی محبت جوش میں آئی اور اس نے اپنے مقدس فرشتے جبریلؑ کے ذریعے اس پکارنے والے کو توحید کا جام پلایا اور پہلا سبق یہ دیا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ـــ اسی جاں افزا پیغام کے ساتھ ہی خدا تعالےٰ اور انسان (کامل) کا رشتہ قائم ہوا۔ گویا محب اپنے محبوب سے راز کی باتیں کرنے لگا۔ حضرت مسیح موعودؑ اس تعلق کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

"چونکہ آنحضرتؐ اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھکر اور سب سے افضل و اعلیٰ و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جلّ شانہٗ نے انکو عطر کمالات خاصہ سے سب سے بڑھکر معطر کیا اور وہ سینہ و دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو"

(سُرمہ چشم آریہ حاشیہ صلا۲)

قرآن کریم کے لغوی معنی بار بار پڑھنے کے ہوتے ہیں اور کیونکہ یہ خدائے مقدس کا کلام (قرآن کریم) بھی بار بار پڑھا جاتا ہے اسلئے اسے "قرآن کریم" کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ قرأت کے معنی بھرے ہوئے کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ عربوں میں محاورہ ہے قرأت الحوض (لبالب بھرا ہوا حوض) اور

کیونکہ قرآن کریم بھی انسان کے تمام مسائل اور مشکلات
کا نہایت جامع حل پیش کرتا ہے یا دوسرے لفظوں
میں یہ ایک مکمل لائحہ عمل ہے اور تمام قسم کے علوم
کا منبع ہے۔ اس لئے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

یہ وہ مقدس آتشی شریعت ہے جس کے متعلق
انبیاء پہلے سے پیشگوئیاں کرتے آئے ہیں چنانچہ
تورات میں لکھا ہے۔

"خدا سینا سے آیا اور شعیر سے اس پر طلوع
ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار
قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دائیں ہاتھ ایک
آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔"

قرآن کریم زندگی کا سرچشمہ ہے جس سے پینے
کے بعد انسان موت سے بچ جاتا ہے یہ سراپا معجزہ
اور تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس
کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم سراپا معجزہ ہے جس کی مثل کوئی
جن و انس نہیں لاسکتا۔ اس میں وہ وہ معارف
اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم ہرگز جمع نہیں
کر سکتا۔" (الہدیٰ صـ۳۲)

قرآن کریم کے خدا کے زندہ کلام ہونے کا اس
سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ مخالف حق
بھی اس بات سے انکار کی جرأت نہیں رکھتے بلکہ
بعض نے تو اس کا برملا اقرار کیا ہے کہ غیر مبدّل
کلام صرف قرآن ہے چنانچہ مشہور جرمن مستشرق
نولدیکے نے اپنی کتاب "تاریخ القرآن" میں لکھا ہے

"یورپین علماء کی یہ کوششیں کہ قرآن (کریم) میں
کوئی تحریف ثابت کریں قطعاً ناکام رہی ہیں۔"

اسی طرح سر ولیم میور دیباچہ "لائف آف محمد"
میں لکھتا ہے:۔

"دنیا کے پردے پر غالباً قرآن (کریم) کے سوا
اور کوئی کتاب نہیں جو بارہ سو سال (اب چودہ سو سال
۔ ناقل) کے طویل عرصہ تک بغیر کسی قسم کی تحریف و
تبدیلی کے اپنی اصلی حالت میں محفوظ رہی ہو۔"

قرآن کریم اوامر و نواہی کا مجموعہ ہے۔ تاریخ
کے ورق پلٹنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت
مسلمانوں پر ایسا بھی آیا جبکہ انہوں نے قرآن کریم
کو بالائے طاق رکھ دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ رسول کریمؐ
کی مقدس پیشگوئی کے مطابق مسیح موعودؑ کے ظہور کا وقت
قریب تھا۔ مسلمان انتہائی کس مپرسی کی حالت میں تھے
جبکہ خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور خدا کے
پیارے مسیح (موعودؑ) نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ

"خدا نے مجھے بھیجا کہ تا میں اس بات کا ثبوت
دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام
ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰؐ ہے۔" (شان رسول عربی ۲۶۲)

اللہ اللہ!! کیا ہی پیاری تعلیم ہے اور کیا ہی
مقدس کلام ہے کہ جو بھی اسے ایک دفعہ دیکھ لے
وہ تمام دوسری کتابوں سے بیزار ہو کر بے اختیار پکار اٹھے کہ

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن حکیم کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی
توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مجالس کی دوڑ

ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمام شعبوں کی دوڑ نہیں کروا سکے۔ کیونکہ بعض مہتممین کی طرف سے ہمیں رپورٹ نہیں مل سکی ان شعبوں میں دوڑنیوالے تو موجود تھے لیکن ریفری غائب تھے جن شعبوں کے بارہ میں رپورٹ ملی ہے لیجئے ان شعبوں میں مجالس کی دوڑ ملاحظہ فرمائیے۔

شعبہ اعتماد:۔ شعبہ اعتماد میں سب سے زیادہ اہم کام مجالس کی ماہوار رپورٹس کی باقاعدہ ترسیل ہے ماہ وفا (جولائی) میں اضلاع کی آمدہ رپورٹس کا جائزہ لیا گیا ہے اسکے مطابق ضلع سرگودھا اوّل ضلع ملتان لاہور۔ ساہیوال۔ لائلپور دوم اور شیخوپورہ۔ تھرپارکر بہاولپور سوم رہے لیکن ان سب اضلاع کا کام ابھی اپنے ٹارگٹ سے کم ہے ان اضلاع کی مجالس کے قائدین اور قائدین اضلاع کو اس معیار کو بہتر بنانے کی سعی کرنی چاہئیے

اس ماہ مجالس کی دوڑ میں میدانِ عمل کے دوسرے کنارے پر ضلع مظفر گڑھ۔ ڈیرہ غازیخاں لاڑکانہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہاولنگر۔ رحیم یارخاں۔ حیدرآباد۔ نوابشاہ کو بھی بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے چھوٹے اضلاع میں بنوں۔ کوہاٹ۔ ہزارہ کیمبل پور۔ دادو سانگھڑ جیکب آباد کی حالت بہت قابلِ فکر ہے۔

ماہوار ٹارگٹ کے لحاظ سے سوائے ضلع بہاولنگر کے کوئی ضلع بھی اپنے ٹارگٹ کو پورا نہیں کر رہا۔ رپورٹوں کی تعداد کا ضلعوار گوشوارہ درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام ضلع	تعداد مجالس	ماہوار ٹارگٹ	رپورٹ ماہ جولائی
۱	پشاور	۱۰	۵	۳
۲	مردان	۳	۳	۱
۳	ہزارہ	۷	۶	۲
۴	ڈیرہ اسمٰعیل خاں	۱	۱	۱
۵	کوہاٹ	۲	۱	-
۶	بنوں	۱	۱	-
۷	راولپنڈی	۱۴	۱۱	۴
۸	جہلم	۱۶	۵	۳
۹	کیمبل پور	۴	۳	۱
۱۰	گجرات	۳۰	۲۱	۸
۱۱	سرگودھا	۶۲	۵۰	۳۵
۱۲	میانوالی	۹	۸	۲
۱۳	جھنگ	۲۴	۱۶	۳
۱۴	لاہور	۲۸	۲۴	۱۱
۱۵	سیالکوٹ	۸۰	۴۲	۱۸
۱۶	گوجرانوالہ	۳۴	۱۷	۴
۱۷	شیخوپورہ	۵۱	۲۵	۱۶
۱۸	ملتان	۳۴	۱۸	۱۳
۱۹	ساہیوال	۲۰	۱۱	۸
۲۰	مظفر گڑھ	۱۴	۱۰	۱
۲۱	ڈیرہ غازیخاں	۱۰	۶	-
۲۲	بہاول پور	۱۵	۷	۵
۲۳	بہاول نگر	۲۳	۸	۸

نمبر شمار	نام ضلع	تعداد مجالس	ماہوار رپورٹ	رپورٹ ماہ جولائی
۲۴	رحیم یار خاں	۱۷	۹	۴
۲۵	خیرپور	۹	۶	۴
۲۶	سکھر	۳	۳	۲
۲۷	جیکب آباد	۲	۲	-
۲۸	لاڑکانہ	۶	۵	۱
۲۹	نواب شاہ	۱۷	۱۲	۷
۳۰	حیدرآباد	۲۳	۸	۳
۳۱	سانگھڑ	۳	۲	۱
۳۲	دادو	۴	۲	-
۳۳	تھرپارکر	۲۷	۱۷	۱۱
۳۴	کراچی	۴	۳	۳
۳۵	علاقہ کوئٹہ	۴	۲	۱
۳۶	علاقہ آزاد کشمیر	۱۵	۷	۵

شعبہ مال :- مکرم مہتمم صاحب کی رپورٹ کے مطابق مکرم و محترم قائد صاحب مجالس خدام الاحمدیہ ضلع بہاولپور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے ضلع کی تمام مجالس کے بجٹ برائے سال ۴۸-۴۹ / ۶۹-۷۰ مقررہ وقت پر تشخیص کرا کر مرکز کو بھجوا دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ ضلع لاہور بھی انکے پہلو بہ پہلو جا رہا ہے، نیز قائد صاحب ضلع بہاولنگر نے بھی اس سلسلہ میں نمایاں کوشش کی ہے۔

اشاعت :- اس شعبہ میں ضلع لاہور کی مساعی قابل قدر ہیں اور وہ مبارکباد کے مستحق ہیں اس کے علاوہ ضلع سرگودھا اور ضلع کراچی نے بھی اس شعبہ میں خاص طور پر کوشش کی ہے۔ تیسرے نمبر پر ضلع ملتان ہے۔

ہفتہ اشاعت :- مورخہ ۱۳ وفا سے ۲۰ وفا تک ہفتہ اشاعت منایا گیا تھا۔ جن مجالس کی طرف سے اس وقت رپورٹ مل گئی تھی۔ اس کا ذکر ماہ ظہور کے شمارہ میں ہو چکا ہے۔ اب اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مجالس نے جو کام کیا ہے۔ اس کا خاکہ درج ذیل ہے۔ یہ مجالس ہمارے خاص شکریہ کی مستحق ہیں۔

قیادت ضلع سیالکوٹ و شہر۔ خالد کے ۱۰ نئے خریدار بنائے۔ مزید خریدار بنانے اور اشتہارات حاصل کر کے دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

مجلس ملتان شہر۔ خالد کے دو نئے خریدار بنائے اور ایک اشتہار حاصل کر کے دیا۔

قیادت ضلع تھرپارکر: تشحیذ الاذہان کے ۸ نئے خریدار بنائے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی۔ تشحیذ کی خریداری میں مزید اضافہ کی کوشش کی جا رہی ہے۔ معین اعداد و شمار سے ابھی مطلع نہیں کیا۔

قیادت ضلع سرگودھا و ملتان۔ اپنے اپنے ضلع کی ان مجالس میں جن میں خالد اور تشحیذ کا ایک پرچہ بھی نہیں جاتا۔ ان میں خالد اور تشحیذ جاری کروانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قیادت ضلع ملتان نے دو اشتہار لے کر دیئے۔

مجلس ڈرگ روڈ۔ اشتہارات کے حصول کے لئے کوشش کر رہی ہے ابھی معین اعداد و شمار سے آگاہ نہیں کیا۔

شعبہ صحت جسمانی: - اس شعبہ میں ضلع کراچی پہلے نمبر پر ہے اور اس کے علاوہ ضلع لائلپور سرگودھا لاہور اور سیالکوٹ کی مساعی قابلِ ذکر ہیں۔

مجالس ہائے خدام الاحمدیہ انگلستان کی کارگزاری کی

مختصر رپورٹ

مجلس خدام الاحمدیہ انگلستان کی ماہ جولائی کی رپورٹ درج ذیل ہے۔ تمام قائدین صاحبان سے بذریعہ فون۔ خطوط اور سرکلر وغیرہ کے رابطہ قائم کیا گیا اور ہدایات دی گئیں اور باقاعدگی سے رپورٹ بھجوانے کی تلقین کی گئی۔

لنڈن:۔ مجلس خدام الاحمدیہ لنڈن کے قائد مکرم خواجہ رشید الدین صاحب ہیں۔ ان کے سپرد جلسہ سالانہ انگلستان کے جملہ انتظامات کی تکمیل کا کام سپرد کیا گیا۔ جو انہوں نے نہایت مستعدی اور ہمت سے سرانجام دیا۔ اسی سلسلہ میں انہیں دن رات کام کرنا پڑا اور اسی طرح مجلس عاملہ کے متعدد اجلاس بلانے پڑے۔

وقار عمل:۔ خاکسار کی ہدایت پر مجلس کے شعبہ وقار عمل نے مسجد کے ساتھ ایک پورا کمرہ تیار کیا۔ یہ کام خاصا محنت طلب تھا لیکن سیکرٹری وقار عمل مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب اور ان کی ٹیم نے بڑی محنت سے جملہ امور کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ مسجد کے باغ کی تزئین کا کام بھی اسی شعبہ کے سپرد ہے جو باقاعدگی سے جاری ہے۔ اسی طرح مشن ہاؤس کے ایک کمرہ کی تزئین و آرائش کا کام خدام نے بڑی محنت سے کیا۔ اگر یہی کام کسی بلڈر سے کرایا جاتا تو بیس پونڈ سے کم خرچ نہ ہوتے لیکن اس صورت میں صرف دو تین پونڈ خرچ ہوئے۔

شعبہ صحت جسمانی:۔ مئی میں جماعت نے ایک excursion کا اہتمام کیا جس کے انتظامات کا سارا کام مجلس لنڈن کے سپرد تھا۔ مجلس نے یہ انتظامات خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ جولائی میں مجلس لنڈن نے ایک کوچ ریزرو کر کے لنڈن سے ۱۰۰ میل باہر پکنک picnic منائی۔ کھانے وغیرہ کے انتظامات مجلس کی طرف سے کئے گئے۔

شعبہ تربیت:۔ ہر ماہ مجلس کا اجلاس مسجد میں منعقد ہوتا ہے۔ ماہ جولائی میں خدام کو حج کی فلم دکھائی گئی۔

شعبہ اشاعت:۔ اس شعبہ کے ماتحت خدام الاحمدیہ لنڈن کے گزٹ کا انتظام ہے۔ یہ گزٹ ہر ماہ شائع ہوتا ہے اور جملہ خدام کو بھجوایا جاتا ہے۔ اس گزٹ میں حضور ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق اطلاعات۔ جماعت اور مجلس کی چھوٹی چھوٹی خبریں اور چھوٹے تربیتی مضامین شائع ہوتے ہیں۔

شعبہ عمومی:۔ جماعت کے رسالہ مسلم ہیرلڈ کا کام اس شعبہ کے سپرد ہے۔ ہر ماہ مسلم ہیرلڈ کی ترسیل

اور نئے خریدار پیدا کرنے کی جدوجہد اس شعبہ کا خاص کام ہے۔

لندن کی مجلس خدا تعالیٰ کے فضل سے دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ اور نئے مستعد کارکن پیدا ہو رہے ہیں۔ مشرقی افریقہ سے آئے ہوئے چند نوجوان بڑے اخلاص کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ چندوں کی ادائیگی میں ابھی سستی ہے۔ اس طرف قائد صاحب کو خصوصی توجہ دلائی گئی ہے۔

گلاسگو

گلاسگو میں خاکسار نے مکرم منور احمد صاحب کو قائد نامزد کیا ہے انہوں نے اطلاع دی ہے کہ مورخہ ۲۴ جون کو قیادت کی طرف سے مشن ہاؤس میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا جس میں قائد صاحب نے خدام کو خطاب کیا۔ اس جلسہ میں بعض اہم فیصلے بھی ہوئے۔ یہ مجلس ابھی نوزائیدہ ہے۔ لیکن انہوں نے کام کا آغاز ہمت سے کیا ہے۔

کرائیڈن

کرائیڈن کے قائد مکرم محمد احمد صاحب ہیں۔ جولائی کے مہینے میں ان کی مجلس نے جو کام کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:۔

سنڈے سکول۔ مجلس نے ایک سنڈے سکول باقاعدگی سے جاری کیا ہے۔ قائد صاحب خود کلاسز لیتے ہیں حاضری سو فیصد ہوتی ہے ایک انگریز مسلمان خاتون جو مشن سے زیادہ تعلق نہ رکھتی تھیں۔ اس سکول میں بچوں کے آنا شروع ہوئی ہیں۔

ماہانہ اجلاس نہایت باقاعدگی سے ہوتا ہے جس میں ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تبلیغی امور پر تقاریر کا انتظام کیا جاتا ہے۔

تبلیغ کے سلسلہ میں بھی اس مجلس نے اچھا کام کیا ہے۔ جولائی میں ان کی مجلس کی ایک پارٹی Brighton گئی اور ایک ہزار کے قریب پمفلٹ وہاں تقسیم کئے۔ اپنے حلقہ میں بھی تبلیغ کا باقاعدہ پروگرام کے مطابق کام کیا جاتا ہے۔

کنگسٹن

کنگسٹن کی جماعت کا قائد خاکسار نے محمد فضل خانصاحب ترکی کو نامزد کیا ہے۔ انہوں نے مجلس کی تنظیم مکمل کر لی ہے۔ اور اگلے ماہ تک اپنے کام کی رپورٹ بھجوائیں گے۔

جلنگھم۔ ہڈرسفیلڈ۔ بریڈفورڈ سے رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ ان کو لکھا جا رہا ہے۔ خاکسار عنقریب ان مجالس کا دورہ بھی کرے گا۔ جلنگھم خاکسار ۱۶ اگست کو جا رہا ہے۔ دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صحیح کام کی توفیق بخشے۔ آمین۔

خاکسار نے مجلس لندن کے نائب قائد مکرم خالد اختر احمد صاحب جو موٹر مکینک بھی ہیں مشن کی کار کی مرمت وغیرہ کیلئے درخواست کی تھی انہوں نے قریباً تین ہفتہ اس پر کام کیا اور قریباً ۱۰۰ پونڈ جو باہر کام کرانے کی صورت میں مزدوری کے دینے پڑتے ان کی ہمت کی وجہ سے بچ گئے۔ فجزاہ اللہ۔ میں نے انکو کہا ہے کہ جلد موٹر مکینک کا کام سکھانے کیلئے ایک کلاس بھی جاری کریں۔

(خاکسار بشیر احمد رفیق۔ نائب صدر جماعت احمدیہ انگلستان)

رپورٹ تربیتی کلاس مجلس خدام الاحمدیہ خیرپور ڈویژن

مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام رحمٰن آباد (باندھی) ضلع نواب شاہ میں مورخہ یکم اگست سے ۳ر اگست تک ایک تربیتی کلاس منعقد ہوئی جس میں ضلع نواب شاہ اور ضلع خیرپور کی مجالس کے نمائندگان نے کافی تعداد میں شرکت کی۔

کلاس کا افتتاحی اجلاس مورخہ یکم اگست بعد نماز عصر شروع ہوا جس کی صدارت مکرم جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ خیرپور ڈویژن نے کی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ جو مکرم سید علی اکبر شاہ صاحب نے کی۔ پھر خاکسار نے عہد دہرایا اور عبدالحکیم صاحب نے نظم پڑھی ازاں بعد مکرم امیر صاحب نے افتتاحی تقریر فرمائی جس میں آپ نے خدام کو زرّیں نصائح سے نوازا۔

افتتاحی تقریر کے بعد مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ انصاراللہ علاقائی نے سورۃ فاتحہ

کی تفسیر بیان فرمائی جس میں اللہ تعالےٰ کی صفت رحمان کا خاص طور پر ذکر کیا۔ پھر خدام کی گروپ بندی کی گئی۔ خدام کے دو اور اطفال کے تین گروپ بنائے گئے جن کو مکرم مولوی سردار محمد صاحب معلم حمزہ آباد۔ مکرم مولوی احمد علی صاحب معلم کرونڈی مکرم بشارت احمد صاحب کوثر معلم گوٹھ شاہ دین اور مکرم میر احمد صاحب گوٹھ جالپور کے سپرد کر دیا گیا

دوسرا اجلاس ۹ بجے شروع ہوا جس میں مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ نے کلمہ طیبہ کا ترجمہ اور تشریح بیان فرمائی۔ یہ اجلاس دس بجے اختتام پذیر ہوا۔ اور صبح نماز تہجد ادا کی گئی اور نماز فجر کے بعد مکرم فرخ صاحب نے سورۃ بروج کا درس دیا

نماز کے بعد ورزشی مقابلہ جات کا پروگرام تھا سب خدام و اطفال نے ۲۰ منٹ تک اجتماعی طور پر ورزش کی اور پھر اطفال کی کبڈی کا مقابلہ کروایا گیا۔

مورخہ ۲ اگست کو چار اجلاس اور مورخہ ۳ اگست کو دو اجلاس ہوئے۔ ان اجلاس میں خدام کو مندرجہ ذیل مضامین پر نوٹ لکھوائے گئے۔ وفات مسیح۔ ختم نبوت۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ نماز اور کھانے وغیرہ کی دعائیں۔ نماز جنازہ وغیرہ۔ یہ سب نوٹ مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ اور قریشی عبدالرحمن صاحب نے لکھوائے

تیسرے دن خدام اور اطفال کے امتحانات لیئے گئے جس میں اول۔ دوم اور سوم آنے والے

خدام کو انعامات دیئے گئے جو مکرم امیر صاحب خیرپور ڈویژن نے تقسیم فرمائے۔ اس تربیتی کلاس میں ضلع نواب شاہ اور ضلع خیرپور کی ۱۲ مجالس کے ۶۳ خدام ۱۷ اطفال اور ۲۰ انصار شامل ہوئے۔ ان سب نے پوری توجہ اور شوق سے سب پروگراموں میں حصہ لیا۔ کلاس کے آخری اجلاس کو سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص کر دیا گیا۔ جس میں مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ اور مکرم مولوی سردار احمد صاحب معلم وقفِ جدید اور مکرم قریشی عبدالرحمن اور خاکسار نے تقاریر کیں۔ دعا پر کلاس کا اختتام ہوا۔ خدا تعالے کے فضل سے یہ کلاس ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ الحمد للہ علی ذلک

خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان سب احباب کو جنہوں نے اس کلاس کے کامیاب بنانے میں ہماری مدد کی جزاء خیر دے اور ہماری ان حقیر کوششوں کے بہتر سے بہتر نتائج پیدا فرمائے۔ آمین۔

شریف احمد دیڑھوی
(قائد خدام الاحمدیہ علاقائی خیرپور ڈویژن)

مکرم قریشی مسعود احمد صاحب ناصر لائلپور

سائنسی معلومات

ورق الٹنے کا خود کار آلہ

معذوروں اور بیماروں کے لئے ایک ایسا آلہ بنایا گیا ہے جس کی مدد سے سامنے رکھی ہوئی کتاب کا ورق خود بخود اُلٹ جاتا ہے صرف بیمار یا معذور کو آہستہ سے ربڑ کی نالی کے ذریعہ پھونک مارنی پڑتی ہے۔ اس ربڑ کی نالی کا ایک سرا اس آلہ کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے۔ اس آلہ میں ننھے ننھے بٹن لگے ہوتے ہیں۔ نیز دو چھوٹے چھوٹے برقی موٹر بھی ہوتے ہیں۔ اس آلہ کی مدد سے بیمار یا معذور بغیر ہاتھ کو جنبش دینے کے بآسانی کتاب کو پڑھ سکتا ہے

سویابین کے تیل سے نائلون

امریکی سائنسدانوں نے سویابین کے تیل سے نائلون تیار کرنے میں کافی کامیابی حاصل کی ہے ان کے خیال کے مطابق یہ نیا نائلون یورپ اور امریکہ کے تجارتی نائلون کی موجودہ قیمت سے آدھی یا تہائی قیمت پر بک سکے گا۔ اس نائلون

کی تھوڑی قیمت ہونے کی وجہ سے عام ہونے کا امکان ہے۔

پانی سے محفوظ مٹی

آپ کو شاید علم ہو کہ "واٹر پروف مٹی" پانی میں نہیں ڈوبتی۔ مٹی کے ننھے ننھے ذرات پر پانی سے محفوظ سلیکان (silicon) کی تہہ چڑھا دی جاتی ہے اور یہ مٹی پانی کی سطح پر تیرتی رہتی ہے ریگستانی علاقوں میں اس کی جمی ہوئی موٹی تہہ کے نیچے سے پانی گزارا جا سکتا ہے۔ نیز یہ مٹی پانی کو تبخیر ہونے سے روکتی ہے۔ اور اس طرح پودوں کی جڑوں کو خوب پانی مل سکتا ہے۔ اور پودے بہتر طور پر نشو و نما پاتے ہیں۔

برقیاتی ڈاکٹر

ادارۂ تحقیقاتِ جراحی کے سائنسدانوں نے روس میں ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے۔ جس کی مدد سے ایسے مریضوں کی تشخیص کی جاتی ہے کہ جنہیں دل کی مختلف بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔

ڈاکٹروں نے اس آلہ کو یورال (Ural) کا نام دیا ہے۔ اس قسم کی پیچیدہ بیماریوں کی چھان بین کے لئے اکثر اوقات کافی وقت درکار ہوتا ہے۔ لیکن اب اس برقیاتی آلہ کے ذریعہ سے یہ کام صرف چند سیکنڈ میں انجام دیا جا سکتا ہے

چونکہ اس آلہ کا سائز کافی بڑا ہے اس لئے اب سائنسدان اس کو سادہ شکل دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اور اگر ان کی کوششیں بار آور ہو گئیں تو آئندہ چند سالوں میں مزید تحقیق کے نتیجہ میں اس قسم کے سادہ برقیاتی آلات ڈاکٹروں کی میزوں پر پڑے نظر آئیں گے۔ اس تحقیق کی بدولت ڈاکٹروں کو قلب کی بیماریاں تشخیص کرنے میں کافی مدد مل سکے گی:

خالد کے معاونِ خاص

مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید قائد ضلع لاہور نے "خالد" کے لئے اشتہارات حاصل کرنے میں نمایاں کام کیا ہے۔ اور ابھی یہ کام جاری ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق دے۔ اور اپنے خاص فضل سے نوازے۔ (آمین)

(ادارہ)